ھٰذا بلاغ للناس

جامعہ دارالعلوم کراچی کا ترجمان

ربیع الاول ۱۴۳۰ھ / مارچ ۲۰۰۹ء

بانی: مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ

جامعہ دارالعلوم کراچی کا ترجمان

ماهنامه

کراچی

ربیع الاوّل ۱۴۳۰ھ / مارچ ۲۰۰۹ء

نگران
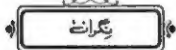
حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم

مدیر اعلیٰ
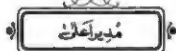
حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

مجلس ادارت

مدیر مسئول، مولانا عزیز الرحمٰن صاحب

مولانا محمود اشرف عثمانی مولانا راحت علی ہاشمی

ناظم

محمد انور صدیقی

ذکروفکر

معارف القرآن

مقالات و مضامین

آپ کا سوال

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب و روز

نقد و تبصرہ

فی شمارہ.........................-/۲۵روپے

سالانہ...........................-/۲۵۰روپے

بذریعہ رجسٹری.................-/۳۷۰روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ممالک

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور

یورپی ممالک.....................۳۵ڈالر

سعودی عرب، انڈیا اور

متحدہ عرب امارات ۲۷ڈالر

ایران، بنگلہ دیش ۲۵ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ ''البلاغ'' جامعہ دارالعلوم کراچی

کورنگی انڈسٹریل ایریا

کراچی ۷۵۱۸۰

بینک اکاؤنٹ نمبر

میزان بینک لمیٹڈ

کورنگی انڈسٹریل ایریا برانچ

اکاؤنٹ نمبر: 036-153

فون: ۵۰۴۳۴۹۹

۵۰۴۹۷۷۴

Email Address

darulolumkhi@hotmail.com

www.darululoomkhi.edu.pk

کمپوزنگ

ایس۔ پی۔ ایس انٹرپرائز کراچی

پبلشر : محمد تقی عثمانی

پرنٹر القادر پرنٹنگ پریس کراچی

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب
استاذ الحدیث جامعہ دار العلوم کراچی

وطن عزیز
کے دروبست سے وابستہ قوتوں کی خدمت میں!

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اس کے آخری پیغمبرؐ پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

۶۲ سال قوموں کی زندگی کا معمولی عرصہ نہیں ہوتا، ایک بچہ بھی ۲۰۔۲۵ سال کی عمر میں پختہ کار اور ۴۰ سال تک تو ہر طرح کے تجربات سے گزر کر اپنے لئے طے کردہ منزل کی طرف گامزن ہو جاتا ہے، تب اس کی عقل و دانش، حکمت و بصیرت اور تجربات و مشاہدات دوسروں کیلئے سنگ میل اور نشان منزل بنتے ہیں، قوم تو ایسے لاکھوں، کروڑوں انسانوں کے جم غفیر کا نام ہے ان کی یکجا صلاحیتیں تو کیا کچھ معجزات نہیں دکھا سکتیں؟

لیکن ۱۹۴۷ء میں برصغیر کے بطن سے وجود میں آنے والا پاکستان روز اول سے بہتر خطوط پر استوار نہیں ہوسکا اور وقت کے ساتھ ساتھ گھمبیر مسائل میں الجھتا چلا گیا، کچھ تو اس لئے کہ یہ ملک جن بدخواہ قوتوں کے علی الرغم وجود میں آیا تھا اُن کے رگ و پے میں بسی دشمنی اس ملک کے خلاف آئے دن آگ بھڑکاتی رہی اور کچھ اس لئے کہ جن افراد و اشخاص کو اس کے بندوبست سے منسلک ہونا تھا وہ اُس مقدس نصب العین سے فکری اور عملی طور پر بہت دور تھے جو تحریک پاکستان کے مخلص کارکنان کے دلوں کی دھڑکن اور ان کی قربانیوں اور جدوجہد کی حسین آرزو تھی کہ دوسو سالہ غلامی کی قید و بند سے نکلنے کے بعد وہ برصغیر کے اس خطے کو اسلام کے نظام عدل اور معاشرتی مساوات کی حکیمانہ

تعلیمات سے معمور دیکھنا چاہتے تھے، لیکن انگریز اور اس خطے کی متعصب اکثریت (ہندوؤں) کی شاطرانہ منصوبہ بندی نے اس خطے کے مسلمانوں پر حکمرانی کیلئے سول اور ملٹری بیوروکریسی کا ایسا طبقہ مسلط کردیا جس نے آزادی کے بعد بھی ملک کو استعماری ذہنیت سے چلایا، تحریک پاکستان کے نصب العین سے قلبی آرزؤں کو روند ڈالا اور اسلامی نشاۃ ثانیہ کے حسین خواب کو بکھیر کر رکھ دیا۔

آج برصغیر کا یہ خوبصورت اور قدرتی وسائل سے مالا مال خطہ انتشار اور بدامنی کا شکار ہے قیام پاکستان سے لے کر آج ۶۲ سال بعد بھی اقتدار کی رسہ کشی کیلئے متحارب قوتیں برسرپیکار ہیں، سیاسی اضطراب، معاشی بدحالی، دفتری بدنظمی اور عالمی سطح پر ملک کی مجروح ساکھ سے اس ملک کا ہر محبّ وطن باشندہ دل گرفتہ ہے اور ہر آنے والا دن نئی ظلمتوں بے چینیوں اور ایسی ایسی پریشان کن چیزوں کے ساتھ طلوع ہوتا ہے کہ الامان والحفیظ۔ یہ ملک اپنی طویل تاریخ میں اقتدار کی رسہ کشی، مفاد پرستی اور سیاسی مہم جوئی کا میدان کارزار بنا رہا، کسی طے شدہ دستوری اصول کے برخلاف اقتدار کا تاج کبھی کسی کے سر پر رکھا گیا اور کبھی کسی کے، اس پورے عرصے میں قوم نادیدہ قوتوں کے کھیل سے سہمی سہمی، ششدر کھڑی رہی اور بے بسی کی آنکھوں سے فضاؤں میں گھور کر کسی مخلص ناخدا، قومی غیرت اور دینی حمیت سے سرشار دانشمند حکمران کی حسرت و آرزو میں شب و روز گزارتی رہی، یہاں تک کہ تحریک پاکستان کے جہاد آزادی کیلئے سرگرم کارکنان اپنے سینوں میں یہ حسرت لے کر پیوند خاک ہوگئے دوسری نسل بھی لب گور ہے اور ملکی سیاست کے افق پر دور دور روشنی کی کوئی لکیر دکھائی نہیں دے رہی۔

مختلف زبانیں بولنے، الگ الگ سماجی خصوصیات رکھنے اور جداگانہ موسمی اور جغرافیائی اوصاف رکھنے والے خطوں میں بٹی اس قوم کو یکجا کرنے کا ایک ہی مؤثر ذریعہ تھا کہ ان کی ایمانی روح اور دینی وابستگی کی موثر آبیاری کی جاتی اور ان کے درمیان اسلامی اقدار و تعلیمات کو پروان چڑھایا جاتا تب پوری قوم فکری اور نظریاتی تشخص کے ساتھ دنیا کی قوموں میں سیسہ کی دیوار کی طرح ممتاز اور ناقابل تسخیر نظر آتی لیکن نادیدہ بدخواہ قوتوں نے نہ صرف یہ کہ اس کا احساس نہیں کیا بلکہ ہر ممکن طریقے سے، مختلف حربے آزما آزما کر اس کا راستہ روکا جس کا خمیازہ اس وقت پوری قوم بھگت رہی ہے۔

اگر قیام پاکستان کے ابتدائی دور میں قومی اور ملی اہداف کا تعین کرلیا جاتا جیسا کہ ہر ملک و قوم

کے لوگ کرتے ہیں تو قوم کا ہر فرد اُسی سمت، طے شدہ منزل کی طرف گامزن ہوتا، باشندگان ملک کا قوموں کی صف میں نمایاں تشخص اور امتیازی مقام ہوتا اور ملک کا چپہ چپہ یکجہتی، یکسوئی، یگانگت اور باہمی اخوت کی مثالی قدروں سے جگمگا اُٹھتا اور اُن مرکز گریز قوتوں کی نوبت نہ آتی جن کی وجہ سے آج ملک کی وحدت وسالمیت داؤ پر لگی ہوئی ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ۶۲ سالہ طویل وقت گزارنے کے باوجود آج ہماری اپنی قومی وسرکاری زبان نہیں ہے، ہم اپنے سرکاری دفاتر میں دورِ غلامی کی استعماری زبان لکھتے بولتے ہیں اور اپنی اس ''صلاحیت'' پر اتراتے ہیں۔

یہ بھی افسوس کی بات ہے کہ ہم تعلیم میں خود کفیل نہیں ہیں، نصف صدی سے زیادہ عمر گزار کر بھی ہم کوئی ایسا ادارہ نہیں بنا سکے جو اس بڑے ملک کو وسیع ضروریات کیلئے ہنرمند اور باصلاحیت افرادکار فراہم کرسکے، جو کچھ ابتدائی نوعیت کے تعلیمی ادارے ہیں وہ بھی تعلیم وتربیت کے لحاظ سے زوال کا شکار ہیں جبکہ بہت سے ادارے معاشرے میں غریب و دولت مند کے طبقاتی تفاوت پر مبنی ہیں اور قوم ومعاشرے میں غربت وامارت کے تناؤ میں اضافہ کرکے منافرت کے جراثیم پھیلا رہے ہیں۔

ہمارا یہ بھی المیہ ہے کہ سودی نظام میں جکڑی معیشت، دولت مند افراد کی مسرفانہ زندگی اور حکومت سے وابستہ رجال کار کی شان وشوکت نے اس متوسط اور غریب طبقہ کو پیس کر رکھدیا ہے جو اس ملک اسّی فیصد سے زیادہ اکثریت رکھتا ہے۔

فرقہ واریت کی وجہ سے بلاشبہ مسلمانوں کے درمیان تکلیف دہ خلیج قائم ہے اور سب ہی اس کی مذمت کرتے ہیں لیکن ملک کے شہروں اور دیہاتوں میں فرقہ وارانہ منافرت کا بھی سبب یہی ہے کہ مستند علمی حقائق پر مبنی معاشرہ قائم کرنے کا اہم کام، جب ریاست نے نہیں کیا تو اس خلاء کو جاہلانہ خیالات، توہم پرستانہ عقیدوں اور من گھڑت رسوم و بدعات نے پر کردیا اور وحدت فکروعمل پر مبنی اسلام کے روشن جادۂ حق کی جگہ، ہر طبقہ نے الگ الگ پگڈنڈیوں پر چلنا شروع کیا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلام کی نام لیوا یہ قوم، اسلام کی تعلیمات سے نابلد ہے اور خودساختہ خیالات ورسومات کی پیچ در پیچ پگڈنڈیوں میں صراط مستقیم سے بہت دور چلی گئی ہے۔

اور کیا یہ بھی حقیقت نہیں ہے کہ یہ ملک قدرتی اور معدنی وسائل سے مالا مال ملک ہے لیکن

بے تدبیری اور انتظامی بدعنوانی کے جراثیم نے عوام کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے، اور ہر طرح کی نعمتوں سے سرشار ملک میں بے روزگاری، مہنگائی اور بہت سے اشیائے ضرورت کے فقدان سے لوگ عذاب میں ہیں۔

کاش ملک کے بندوبست سے متعلق بالادست قوتیں، سر جوڑ کر بیٹھ جائیں اور اس خرابئ بسیار کے بعد پوری بصیرت سے مستقبل کی منصوبہ بندی کرکے اس ملک کو صحیح پٹری پر ڈال دیں۔ آج مرکز گریزی کا رجحان خوفناک شکل اختیار کر چکا ہے جب کہ دوسری طرف بیرونی طاقتوں نے بھی وطن عزیز کے سینے میں پنجے گاڑ دیئے ہیں اگر فوری طور پر پوری فکرمندی کے ساتھ موثر قدم نہ اٹھایا گیا تو ملک وقوم کا شیرازہ بکھرتے بکھرتے بکھر جائے گا اور بعد کی حسرت پھر کسی کام نہیں آئے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ارباب اقتدار کو جذبۂ اخلاص کے ساتھ اصلاح حال کی توفیق عطا فرمائے اور ملک وقوم کو برے انجام کے روز بد سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

معارف القرآن

لیلۃ القدر کے بعض فضائل اور اس رات کی مخصوص دعا

سورۃ القدر ...... ☆ ...... آیت نمبر: ۱ تا ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس رات کی سب سے بڑی فضیلت تو وہی ہے جو اس سورت میں بیان ہوئی ہے کہ اس ایک رات کی عبادت ایک ہزار مہینوں یعنی تراسی سال سے زائد کی عبادت سے بھی بہتر ہے پھر بہتر ہونے کی کوئی حد مقرر نہیں، کتنی بہتر ہے کہ دوگنی چوگنی دس گنی سوگنی وغیرہ سبھی احتمالات ہیں۔

اور صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شبِ قدر میں عبادت کیلئے کھڑا رہا اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہوگئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب قدر میں وہ تمام فرشتے جن کا مقام سدرۃ المنتھی پر ہے جبرئیل امین کے ساتھ دنیا میں اُترتے ہیں اور کوئی مؤمن مرد یا عورت ایسی نہیں جس کو وہ سلام نہ کرتے ہوں بجز اُس آدمی کے جو شراب پیتا یا خنزیر کا گوشت کھاتا ہو۔

اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شبِ قدر کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم بدنصیب ہے۔ شبِ قدر میں بعض حضرات کو خاص انوار کا مشاہدہ بھی ہوتا ہے مگر نہ یہ سب کو حاصل ہوتا ہے نہ رات کی برکات اور ثواب حاصل ہونے میں ایسے مشاہدات کا کچھ دخل ہے اس لئے اس کی فکر میں نہ پڑنا چاہئے۔

حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر میں شبِ قدر کو پاؤں تو کیا دُعا کروں آپ نے فرمایا کہ یہ دُعا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

یا اللہ آپ بہت معاف کرنے والے ہیں اور معافی کو پسند کرتے ہیں۔ میری خطائیں معاف فرمایئے۔ (قرطبی)

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ، اس آیت میں تصریح ہے کہ قرآن کریم شبِ قدر میں نازل ہوا، اس کا یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ پورا قرآن لوحِ محفوظ سے اس رات میں اُتارا گیا پھر جبرئیل امین اس کو تدریجاً تیئس سال کے عرصہ میں حسب ہدایت تھوڑا تھوڑا لاتے رہے اور یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ ابتدائے نزول قرآن اس رات میں چند آیتوں سے ہوگیا باقی بعد میں نازل ہوتا رہا۔

تمام آسمانی کتابیں رمضان ہی میں نازل ہوئی ہیں

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صحف ابراہیم علیہ السلام تیسری تاریخ رمضان میں، اور تورات چھٹی تاریخ میں اور انجیل تیرھویں تاریخ میں اور زبور اٹھارویں تاریخ رمضان میں نازل ہوئی ہیں اور قرآن نبی کریم ﷺ پر چوبیسویں تاریخ رمضان میں اُترا ہے۔ (مظہری)

تَنَزَّلُ الْمَلٰئِکَةُ وَالرُّوْحُ، روح سے مراد جبرئیل امین ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب شبِ قدر ہوتی ہے تو جبرئیل امین فرشتوں کی بڑی جماعت کے ساتھ زمین پر اُترتے ہیں، اور جتنے اللہ کے بندے مرد و عورت نماز یا ذکر اللہ میں مشغول ہوتے ہیں سب کیلئے رحمت کی دُعا کرتے ہیں۔ (مظہری)

مِنْ کُلِّ اَمْرٍ میں حرف مِنْ بمعنے باء ہے جیسے یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ الآیة میں بھی مِنْ بمعنے باء استعمال ہوا ہے۔ معنے یہ ہیں کہ فرشتے لیلۃ القدر میں تمام سال کے اندر پیش آنے والے تقدیری

واقعات لے کر زمین پر اُترتے ہیں۔ اور بعض حضرات مفسرین مجاہد وغیرہ نے مِنْ كُلِّ اَمْرٍ کو سلام کے ساتھ متعلق کر کے یہ معنے قرار دیئے ہیں کہ یہ رات سلامتی ہے ہر شر و آفت اور بری چیز سے۔ (ابن کثیر)

سَلٰمٌ، عبارت کی اصل هِیَ سَلٰمٌ ہے۔ لفظ هی حذف کر دیا گیا، معنی یہ ہیں کہ یہ رات سلام اور سلامتی ہی ہے اور خیر ہی خیر ہے اس میں شر کا نام نہیں (قرطبی) اور بعض حضرات نے تقدیر عبارت سَلَامٌ هُوَ قرار دے کر اس کو مِنْ كُلِّ اَمْرٍ کی صفت بنایا اور معنی یہ ہوئے کہ یہ فرشتے ہر ایسا امر لے کر آتے ہیں جو خیر و سلام ہے۔ (مظہری)

هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ، یعنی لیلۃ القدر کی یہ برکات رات کے کسی خاص حصہ کے ساتھ مخصوص نہیں، شروع رات سے طلوع فجر تک ایک ہی حکم ہے۔

فائدہ:۔ ان آیات میں لیلۃ القدر کو ایک ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان ایک ہزار مہینوں کے اندر بھی ہر سال ایک شب قدر آئے گی تو حساب کس طرح بنے گا۔ ائمہ تفسیر نے فرمایا کہ یہاں ایک ہزار مہینوں سے وہ مراد ہیں جن میں شبِ قدر شامل نہ ہو اس لئے کوئی اشکال نہیں۔ (کذا ذکرہ ابن کثیر عن مجاھد)

اختلاف مطالع کے سبب مختلف ملکوں اور شہروں میں شبِ قدر مختلف دنوں میں ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں، کیونکہ ہر جگہ کے اعتبار سے جو رات شبِ قدر قرار پائے گی اُس جگہ اُسی رات میں شبِ قدر کے برکات حاصل ہوں گے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ جس شخص نے شب قدر میں عشاء اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھ لی اُس نے بھی اس رات کا ثواب پالیا، اور جو شخص جتنا زیادہ کرے گا زیادہ ثواب پائے گا۔ صحیح مسلم میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کر لی تو آدھی رات کے قیام کا ثواب پالیا، اور جس نے صبح کی نماز بھی جماعت سے ادا کر لی تو پوری رات جاگنے عبادت کرنے کا ثواب حاصل کر لیا۔

☆☆☆

بشارت عظمیٰ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ جہاں فقیہ عصر، عالم اسرار شریعت، شیخ طریقت، زہد وورع کے عادی، علم وعمل کے داعی، عدل وانصاف کے قاضی، ماہر قانون ومعاشیات اور بے شمار طالبان سلوک کے لئے مرکز فیض رسانی اور اصلاح باطن اور تزکیہ نفس کا مرجع ہیں؛ وہاں آپ درس بخاری شریف کے "کتاب المغازی" میں میدان حرب و ضرب کے مجاہد، شمشیر وسنان کے استاد نظر آتے ہیں آپ کا درس بخاری حوصلہ کو بلند کرتا، ہمت کو بڑھاتا، جذبۂ جہاد کو گرماتا ہے، آپ کی درس مغازی سن کر اور پڑھ کر دانائی اور بصیرت ترقی کرتی، دور اندیشی بڑھتی، حزم واحتیاط کی عادت پیدا ہو جاتی ہے، احقاق حق اور ابطال باطل کی قوت ترقی کرتی اور قوت فیصلہ بڑھ جاتی ہے۔

آیئے! ان علمی جواہر کو زیادہ سے زیادہ طلبہ علم حدیث تک پہنچانے کا اہتمام کریں۔

ادارہ

لعنت اور اس کے مستحقین

تفسیر معارف القرآن سے اقتباس

لعنت نام ہے اللہ کی رحمت سے دوری کا، اور انتہائی رسوائی اور ذلت کا، جس پر اللہ کی لعنت ہو وہ اللہ کا قرب حاصل نہیں کرسکتا، ان کے بارے میں اتنی سخت وعید آئی ہے کہ فرمایا: مَلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَاَ ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِلُوْا تَقْتِیْلاً، ''جن پر اللہ کی لعنت ہے وہ جہاں کہیں بھی ملیں ان کی گردان اڑائی جائے'' یہ تو ان کی دنیوی رسوائی ہے، اور آخرت کی رسوائی تو اس سے بھی سخت ہوگی۔

اللہ کی لعنت کے مستحق کون لوگ ہیں؟

وَمَنْ یَّلْعَنِ اللّٰہُ فَلَنْ تَجِدَ لَہٗ نَصِیْرًا، اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس پر اللہ کی لعنت ہو اس کا کوئی مددگار نہیں ہوتا، اب غور طلب یہی بات ہے کہ اللہ کی لعنت کے مستحق کون لوگ ہیں؟

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود دینے والے، سود کھانے والے، اس کے لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والے سب پر لعنت کی ہے، اور وہ سب گناہ میں برابر ہیں۔ (رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ)

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ (رواہ رزین بحوالہ مشکوٰۃ) ''یعنی جو آدمی لوط (علیہ السلام) کی قوم کے جیسا عمل کرے، وہ لعنتی ہے'' (یعنی مرد سے بدفعلی کرنے والا) پھر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سارق (چور) پر لعنت بھیجتا ہے، جو انڈے اور رسی جیسی حقیر چیز کی چوری تک سے گریز نہیں کرتا، جس کی پاداش میں اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ (متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

لَعَنَ اللّٰہُ اٰکِلَ الرِّبٰوا مُؤْکِلَہٗ وَالْوَاشِمَۃَ وَالْمُسْتَوْشِمَۃَ وَالْمُصَوِّرَ۔ (رواہ البخاری بحوالہ مشکوۃ)

''اللہ کی لعنت ہے سود کھانے والے اور کھلانے والے پر اور اُن عورتوں پر جو اپنے جسم کو گودنے والی (یعنی سوئی کے ناکہ سے جسم میں سوراخ کرکے سرمہ ڈالتی ہیں تاکہ زینت ہو) یا گدوانے والی ہیں، اور ایسے ہی تصویر کھینچنے والوں پر لعنت کی ہے''۔

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتے ہیں شراب پر اور اس کے پینے والے پر، پلانے والے پر، اس کے بیچنے والے، خریدنے والے، اس کے نچوڑنے والے، اس کے اٹھانے والے اور منگوانے والے سب پر۔ (رواہ ابوداؤد، ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت بھیجی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت کی ہے اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے، وہ چھ آدمی یہ ہیں:۔

(۱) اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا (۲) اور وہ شخص جو جبر وقہر سے اقتدار حاصل کرکے اس آدمی کو عزت دے جس کو اللہ نے ذلیل کیا ہو اور جس کو اللہ نے عزت عطاء کی ہو اس کو ذلیل کرے۔ (۳) اللہ کی تقدیر کو جھٹلانے والا (۴) اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھنے والا (۵) میری اولاد میں وہ آدمی جو محرمات کو حلال کرنے والا ہو (۶) اور میری سنت کو چھوڑنے والا۔ (رواہ البیہقی فی المدخل بحوالہ مشکوٰۃ)

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ ''یعنی جو کوئی نامحرم پر بری نظر ڈالے اور جس کے اوپر نظر ڈالے (بشرطیکہ جس پر بری نظر پڑی ہے اس کے ارادہ اور اختیار کو اس میں دخل ہو) ان پر اللہ نے لعنت کی ہے''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لُبْسَةَ الْمَرْأَةِ وَالْمَرْءَ ةَ تَلْبَسُ لُبْسَةَ الرَّجُلِ ''یعنی رسول اللہ ﷺ نے ایسے مرد پر لعنت کی ہے جو عورت کا سا لباس پہنے اور ایسی عورت پر لعنت کی جو مرد کا سا لباس پہنے''۔ (مشکوٰۃ)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ امْرَءَ ةً تَلْبَسُ النَّعْلَ قَالَتْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَةَ مِنَ النِّسَآءِ۔ (رواہ ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۸۳)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے عرض کیا کہ ایک عورت (مردانہ) جوتا پہنتی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسی عورت پر لعنت کی ہے جو مردوں کے طور طریق اختیار کرے''۔

عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُمَا قَالَ لَعَنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ الْمُخَنِّثِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلاَتِ مِنَ النِّسَاءِ وَقَالَ اَخرِجُوْھُمْ مِنْ بُیُوْتِکُمْ، (رواہ البخاری، بحوالہ مشکوٰۃ)

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی اُن مردوں پر جو عورتوں کی طرح شکل وصورت بنا کر ہیجڑے بنیں، اور لعنت کی ان عورتوں پر جو شکل و صورت میں مردانہ پن اختیار کریں، اور ارشاد فرمایا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو''۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

لَعَنَ اللّٰہُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَیِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰہِ

''یعنی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گودنے والیوں پر اور گودوانے والیوں پر اور جو (ابرو یعنی بھوؤں کے بال) چنتی ہیں (تاکہ بھویں باریک ہوجائیں) اور خدا کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو حسن کے لئے دانتوں کے درمیان کشادگی کرتی ہیں جو اللہ کی خلقت کو بدلنے والی ہیں''۔

لعنت کے احکام

لعنت جس قدر بری چیز ہے اسی قدر اس کے کرنے پر پابندیاں بھی عائد کی گئی ہیں، کسی مسلمان پر لعنت کرنا حرام ہے، اور کافر پر بھی صرف اُس صورت میں کی جاسکتی ہے جبکہ اس کا کفر پر مرنا یقینی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اس کے متعلق یہ ہیں: حدیث میں ہے۔

عَنِ ابنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلاَ بِاللَّعَّانِ وَلاَ الْبَذِیُّ. (رواہ الترمذی بحوالہ مشکوٰۃ)

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مؤمن وہ نہیں ہے جو طعنہ باز اور لعنت باز ہو اور نہ ہی بدگو''۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعَنَ شَیْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَۃُ اِلَی السَّمَآءِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ دُوْنَھَا ثُمَّ تَھْبِطُ اِلَی الْاَرْضِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُھَا دُوْنَھَا ثُمَّ تَاْخُذُ یَمِیْنًا وَشِمَالاً فَاِذَا لَمْ

تَجِدُ مَسَاغًا رَجَعَتْ اِلَی الَّذِیْ لُعِنَ فَاِنْ کَانَ لِذٰلِکَ اَھْلاً وَاِلاَّ رَجَعَتْ اِلٰی قَائِلِھَا. (رواہ ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ)

''حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے، جس پر آسمان کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، پھر وہ زمین کی طرف اُترتی ہے تو زمین کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، (یعنی زمین اس لعنت کو قبول نہیں کرتی) پھر وہ دائیں بائیں گھومتی ہے جب کہیں اس کو راستہ نہیں ملتا تو جس پر لعنت کی گئی ہے اس کے پاس پہنچتی ہے، اگر وہ واقعی لعنت کا مستحق ہے تو اس پر پڑتی ہے، ورنہ پھر اپنے کہنے والے پر پڑجاتی ہے۔''

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَجُلاً نَازَعَتْہُ الرِّیْحُ رِدَاءَ ہٗ فَلَعَنَھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لاَتَلْعَنْھَا فَاِنَّھَا مَاْمُوْرَۃٌ وَاِنَّہٗ مَنْ لَعَنَ شَیْئًا لَیْسَ لَہٗ بِاَھْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَۃُ عَلَیْہِ. (رواہ الترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۱۳)

''حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ہوا نے ایک آدمی کی چادر آڑا لی تو اس نے ہوا پر لعنت کی اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ تو اس پر لعنت نہ کر اس لئے کہ وہ اللہ کی جانب سے مامور ہے اور (یاد رکھئے) کہ جو آدمی ایسی چیز پر لعنت کرے جس کی وہ مستحق نہیں ہے تو یہ لعنت اس کے کہنے والے ہی پر لوٹتی ہے''۔

مسئلہ:۔ کسی معین شخص کے بارے میں جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس کی موت کفر پر ہوئی ہے اس پر لعنت جائز نہیں، اگرچہ وہ فاسق ہی ہو، اسی اصول کی بناء پر یزید پر لعنت کرنے سے علامہ شامیؒ نے منع کیا ہے، لیکن معین کافر پر جس کی موت کفر پر ہونے کا یقین ہو، مثلاً ابوجہل، ابولہب پر جائز ہے۔ (شامی، ج۲ص ۸۳۶)

مسئلہ:۔ کسی کا نام لئے بغیر اس طرح لعنت کرنا جائز ہے کہ ظالموں پر یا جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

مسئلہ:۔ لغۃً لعنت کے معنی اللہ کی رحمت سے دور ہونے کے ہوتے ہیں، شرعاً کفار کے حق میں اس کے معنی اللہ کی رحمت سے بعید ہونے کے ہیں، اور مؤمنین کے حق میں ابرار (صلحاء) کے درجہ سے نیچے گرنے کے ہیں (نقلہ الشامی عن القہستانی، ج۲ص ۸۳۱) اس لئے کسی مسلمان کیلئے اس کے نیک عمل کم ہوجانے کی دعاء بھی جائز نہیں۔

(معارف القرآن ص ۴۴۴ تا ۴۴۷، جلد ۲)

سلام بحضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

نبیٔ اکرم شفیعِ اعظمؐ دکھے دلوں کا پیام لے لو
تمام دنیا کے ہم ستائے کھڑے ہوئے ہیں سلام لے لو

شکستہ کشتی ہے تیز دھارا نظر سے روپوش ہے کنارا
نہیں کوئی ناخدا ہمارا خبر تو عالی مقام لے لو

قدم قدم پہ ہے خوفِ رہزن، زمیں بھی دشمن فلک بھی دشمن
زمانہ ہم سے ہوا ہے بدظن، تمہی محبت سے کام لے لو

کبھی تقاضا وفا کا ہم سے، کبھی مذاقِ جفا ہے ہم سے
تمام دنیا خفا ہے ہم سے خبر تو خیرالانام لے لو

یہ کیسی منزل پہ آگئے ہیں، نہ کوئی اپنا نہ ہم کسی کے
تم اپنے دامن میں آج آقا تمام اپنے غلام لے لو

یہ دل میں ارماں ہے اپنے طیبؔ، مزار اقدس پہ جا کے اک دن
سناؤں اُن کو میں حالِ دل کا کہوں میں ان سے سلام لے لو

نبیٔ اکرم شفیعِ اَعظمؐ دُکھے دلوں کا پیام لے لو
تمام دُنیا کے ہم سَتائے کھڑے ہوئے ہیں سَلام لے لو

حسب خواہش حاجی آدم عبدالطیف ویکری والا

مولانا خلیل احمد تھانوی، لاہور

تواریخ وفات

اہلیہ محترمہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی قدس سرہ

استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی قدس سرہ (شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور) کی اہلیہ محترمہ کا گذشتہ ماہ لاہور میں انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے، دارالعلوم الاسلامیہ لاہور کے استاذ جناب مولانا خلیل احمد تھانوی صاحب نے ان کی تواریخ وفات نکالی ہیں جو قارئین کے ملاحظہ کیلئے شامل اشاعت ہیں۔.......................(ادارہ)

(۱) ھاجرہ بیگم اھلیہ الحاج مولانا محمد ادریس کاندھلوی قدس سرہ

۲۸۶ + ۵۱ + ۶۶۴ + ۴۲۹ = ۱۴۳۰ھ

(۲) اُمّی غریق رحمت

۵۱ + ۱۹۵۸ = ۲۰۰۹ء

(۳) عالی مرتبہ اھلیہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی

۷۵۸ + ۵۱ + ۶۲۱ = ۱۴۳۰ھ

(۴) ھاجرہ ام احمد اھلیہ قطب المحققین مولانا محمد ادریس کاندھلوی

۳۰۸ + ۵۰۱ + ۶۲۱ = ۱۴۳۰ھ

(۵) چمن اقبال زوجہ ثانی مولانا محمد ادریس کاندھلوی

۲۲۷ + ۵۸۲ + ۶۲۱ = ۱۴۳۰ھ

(۶) حرم سرا والدہ صاحبہ حافظ محمد احمد صدیقی

۵۰۹ + ۱۵۲ + ۱۳۴۸ = ۲۰۰۹ء

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی

ستّر کے عدد والی احادیث

(قسط نمبر ۵)

توکل اختیار کرنے والوں کی فضیلت

۴۵۔ عن ابن عباس قال خرج رسول اللّٰہ ﷺ یوما فقال: عرضت علی الأمم فجعل یمر النبی ومعه الرجل والنبی ومعه الرجلان والنبی ومعه الرھط والنبی ولیس معه أحد فرأیت سوادا کثیراسد الأفق فرجوت أن یکون أمتی فقیل ھذا موسی فی قومه ثم قیل لی انظر فرأیت سوادا کثیرا سد الأفق فقیل لی انظر ھکذا وھکذا فرأیت سوادا کثیراسد الأفق فقیل: ھؤلاء أمتک ومع ھؤلاء سبعون ألفا قدامھم یدخلون الجنة بغیر حساب ھم الذین لایتطیرون ولا یسترقون ولا یکتوون وعلی ربھم یتوکلون فقام عکاشة بن محصن فقال: ادع اللّٰہ أن یجعلنی منھم. قال اللھم اجعله منھم. ثم قام رجل آخر فقال: ادع اللّٰہ أن یجعلنی منھم. قال سبقک بھا عکاشة۔ متفق علیه (باب التوکل والصبر ص ۴۵۲)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ (حالتِ کشف یا خواب میں) میرے سامنے امتوں کو (ان کے انبیاء کے ساتھ) پیش کیا گیا (یعنی ہر نبی کو اس کی امت کے ساتھ مجھے دکھایا گیا) چنانچہ (جب ان انبیاء نے اپنی امتوں کے ساتھ گزرنا) شروع کیا تو (میں نے دیکھا) کہ ایک نبی کے ساتھ صرف ایک ہی شخص تھا (یعنی دنیا میں ان کی پیروی کرنے والا اس ایک شخص کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوا) اور ایک نبی ایسے تھے کہ اُن کے ساتھ دو شخص تھے، ایک اور نبی گزرے تو ان کی معیت میں پوری ایک جماعت تھی اور پھر ایک نبی ایسے بھی گزرے کہ ان کے ساتھ ایک بھی شخص نہیں تھا، اس کے بعد میں نے (اپنے سامنے) ایک بہت بڑا ہجوم دیکھا جو آسمان کے کناروں تک پھیلا ہوا تھا (اتنی بڑی امت دیکھ کر) میں نے امید باندھی کہ یہ میری امت ہوگی، لیکن مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام)

اور ان کی امت کے لوگ ہیں (کہ جوان پر ایمان لائے تھے)، پھر مجھ سے کہا گیا کہ ذرا آپ ﷺ نظر اٹھا کر تو دیکھئے! میں نے (جو نظر اٹھائی تو اپنے سامنے) دیکھا کہ ایک بہت بڑا اور بے پناہ ہجوم ہے جو آسمان کے کناروں تک پھیلا ہوا ہے پھر مجھ سے کہا گیا کہ ذرا ادھر اُدھر یعنی دائیں بائیں بھی نظر گھما کر دیکھئے چنانچہ میں نے (دائیں بائیں نظر گھما کر) دیکھا تو (دونوں طرف) بے پناہ ہجوم تھا جو آسمان کے کناروں تک پھیلا ہوا تھا، اس کے بعد مجھ سے کہا گیا کہ یہ سب آپ ﷺ کی امت کے لوگ ہیں اور ان کے علاوہ ان کے آگے ستر ہزار لوگ ایسے ہیں جو جنت میں بغیر حساب کے جائیں گے اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ تو بدفالی لیتے ہیں، نہ منتر پڑھواتے ہیں اور نہ اپنے جسم کو دغواتے ہیں اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں یہ سن کر ایک صحابی حضرت عکاشہ بن محصن ؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ وہ مجھے ان لوگوں میں شامل فرمادے، حضور ﷺ نے دعا فرمائی: الٰہی عکاشہ کو بھی ان لوگوں میں شامل فرما۔ پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور اس نے بھی عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ وہ مجھے ان لوگوں میں شامل فرمادے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس دعا کے سلسلے میں عکاشہ تم پر سبقت لے گئے۔

تشریح:۔ ''نہ اپنے جسم کو دغواتے ہیں'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ بلاضرورت اپنے جسم کے کسی حصہ پر آگ کا داغ نہیں لیتے لیکن اگر کوئی مجبوری پیش آجائے تو اور بات ہے چنانچہ ضرورت اور مجبوری کے تحت دغوانا بعض صحابہ ؓ سے ثابت ہے۔

''نہ منتر پڑھواتے ہیں'' میں منتر سے مراد وہ منتر اور جادو ہے کہ جس کے الفاظ و معنی قرآن اور احادیث صحیحہ کے مطابق نہ ہوں اور ان کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہوجانے کا خوف ہو۔

''نہ بدفالی لیتے ہیں'' کا مطلب یہ ہے کہ کسی جانور خواہ وہ پرندہ ہو اور خواہ کوئی جانور جیسے کتا اور بلی وغیرہ ان کی آواز اور ان کے راستہ کاٹنے سے وہ لوگ کوئی بدفالی نہیں لیتے۔

حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ جن لوگوں کے بارے میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ وہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے وہ دراصل وہ لوگ ہیں جو اپنے ایمان و اعتقاد اور کردار و عمل کے لحاظ سے بہت پختہ اور مضبوط ہوں گے کہ وہ کسی بھی ایسے عقیدہ اور ایسے عمل کو اختیار نہیں کرتے جو زمانۂ جاہلیت کے عقائد و اعمال سے مطابقت اور مشابہت رکھتے ہوں۔ (مرقاۃ)

نیکی کا اجر سات سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے

۴۶۔ ....وعن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا

أحسن أحدكم إسلامه فكل حسنة يعملها تكتب له بعشر أمثالها إلى سبع مائة ضعف وكل سيئة يعملها تكتب له بمثلها حتى لقي الله. مشكوٰة المصابيح، (كتاب الايمان ص:۱۶)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص (صدقِ دل اور اخلاصِ نیت کی بناء پر) اپنے ایمان کو اچھا بنالیتا ہے تو وہ جو بھی نیک عمل کرتا ہے اس پر اس کے اعمال نامہ میں اس جیسی دس سے لے کر سات سو نیکیوں تک کا زائد اجر لکھا جاتا ہے اور وہ جو برا عمل کرتا ہے اس پر اس کے نامہ اعمال میں اس ایک ہی عمل کا گناہ لکھا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے۔

تشریح:۔ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے جن خاص انعامات سے نوازا ہے ان میں سے ایک بہت بڑا انعام یہ بھی دیا ہے کہ جب کوئی مخلص اور سچا مؤمن نیک عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمتِ بے پایاں اس کا اجر صرف اسی ایک عمل کے برابر دینے پر اکتفاء نہیں کرتی بلکہ اس جیسے دس عمل کا ثواب اس کو دیا جاتا ہے اور اس پر بھی بس نہیں ہوتا بلکہ جوں جوں ایمان میں صدق و استقامت اور عمل میں خلوص بڑھتا جاتا ہے اسی قدر اجر وثواب بھی بڑھتا جاتا ہے چنانچہ ایک ہی نیک عمل پر سات سو تک بلکہ اس سے بھی زیادہ اجر عنایت فرمایا جاتا ہے بلکہ بعض حالت میں تو یہ اضافہ سینکڑوں اور ہزاروں کی حد سے بھی تجاوز کر جاتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اگر حرم پاک میں کوئی نیک عمل کیا جائے تو اس مقدس جگہ کی عظمت وفضیلت کے طفیل اس پر ایک لاکھ گنا اجر لکھا جاتا ہے اس کے برخلاف اگر مؤمن سے کوئی برائی سرزد ہو جاتی ہے تو اس کا گناہ اضافہ کے ساتھ نہیں لکھا جاتا بلکہ جیسی یا جتنی برائی سرزد ہوئی ہے ویسا ہی یا اتنا ہی گناہ لکھا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے اس احسان وکرم کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم

۴۷...... عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: إذا شرب الكلب في إناء أحدكم فليغسله سبع مرات. مشكوٰة المصابيح (باب تطهير النجاسات ص:۵۲)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا پانی پی لے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھو لے۔

تشریح:۔ اکثر محدثین اور تینوں ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی مسلک ہے کہ اگر کسی برتن میں کتا منہ ڈال دے یا کسی برتن میں پانی پی لے اور کھالے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھونا چاہئے مگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اس کو بھی دوسری نجاستوں کے حکم میں شمار کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ اس برتن کو صرف تین مرتبہ بغیر مٹی کے دھوڈالنا کافی ہے وہ یہ کہتے ہیں اس حدیث میں سات مرتبہ دھونے کا جو حکم دیا جارہا ہے وہ وجوب کے طور پر نہیں ہے بلکہ اختیار کے طور پر ہے یا پھر یہ کہ سات مرتبہ دھونے کا حکم ابتداء اسلام میں تھا بعد میں منسوخ ہوگیا۔

اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم دینا

۴۸......وعن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله ﷺ مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين واضربوهم عليها وهم أبناء عشر سنين وفرقوا بينهم في المضاجع. رواه أبو داود و كذا رواه في شرح السنة مشكوة المصابيح (كتاب الصلوة ص:۵۸)

ترجمہ:۔ حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہارے بچے سات برس کے ہوجائیں تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب وہ دس برس کے ہوجائیں تو (نماز چھوڑنے) انہیں مارو، نیز ان کے بستر علیحدہ کردو۔

تشریح:۔ اس حدیث کے ذریعہ مسلمانوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ جب ان کے بچے سات برس کے ہوجائیں تو اسی وقت سے ان کو نماز کی تاکید شروع کردی جائے تاکہ انہیں نماز کی عادت کم سنی ہی سے ہوجائے اور جب وہ بالغ ہونے کے قریب یعنی دس سال کی عمر میں پہنچ جائیں تو اگر وہ کہنے سننے کے باوجود نماز نہ پڑھیں تو انہیں تاکیداً مار مار کر نماز پڑھانی چاہئے جس طرح ان عمروں میں نماز کی تاکید کرنا ضروری ہے اسی طرح انہیں نماز کی شرائط وغیرہ بھی سکھانی چاہئے تاکہ انہیں ساتھ ساتھ نماز پڑھنے کا صحیح طریقہ بھی معلوم ہوجائے۔ حدیث کے آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ جب بچے اس عمر میں پہنچ جائیں تو انہیں علیحدہ علیحدہ سلانا چاہئے یعنی اگر دو بھائی بہن یا دو اجنبی لڑکے لڑکی ایک ہی بستر میں سوتے ہوں تو اس عمر میں ان کے بستر الگ کردینے چاہئیں تاکہ وہ اکٹھے نہ سوسکیں۔

سات سال اذان دینے کا ثواب

۴۹......وعن ابن عباس أن النبی ﷺ قال: من أذن سبع سنين محتسبا كتبت له براء ة من النار. رواه الترمذی وأبو داود وابن ماجه، مشكوة المصابيح (باب فضل الاذان ص:۲۵)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص (مزدوری اور اجرت کے لالچ کے بغیر) محض ثواب حاصل کرنے کیلئے سات سال تک اذان دے تو اس کیلئے دوزخ سے نجات لکھ دی جاتی ہے۔

سات کاموں کا حکم اور سات کاموں کی ممانعت

۵۰.. وعن البراء بن عازب قال: أمرنا النبی ﷺ بسبع ونهانا عن سبع أمرنا: بعيادة المريض واتباع الجنائز وتشميت العاطس ورد السلام وإجابة الداعی وإبرار المقسم ونصر المظلوم ونهانا عن خاتم الذهب وعن الحرير والإستبرق والديباج والميثرة الحمراء والقسی وآنية الفضة وفی رواية وعن الشرب فی الفضة فإنه من شرب فيها فی الدنيا لم يشرب فيها فی الآخرة. (باب عيادة المريض ص:۱۳۳)

ترجمہ:۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا جن چیزوں کا حکم دیا وہ یہ ہیں۔ (۱) بیمار کی عیادت کرنا (۲) جنازہ کے ہمراہ جانا (۳) چھینکنے والے کو جواب دینا (۴) سلام کا جواب دینا (۵) بلانے والے کی دعوت قبول کرنا (۶) قسم کھانے والے کی قسم پورا کرنا (۷) مظلوم کی مدد کرنا، اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہے وہ یہ ہیں (۱) سونے کی انگوٹھی پہننے سے (۲) ریشم کے کپڑے پہننے سے (۳) اطلس کے کپڑے استعمال کرنے سے (۴) دیباج کے کپڑے پہننے سے (۵) سرخ زین پوش استعمال کرنے سے (۶) ''قسی'' کے کپڑے پہننے سے (۷) اور چاندی کے برتن استعمال کرنے سے، ایک اور روایت کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ چاندی کے برتن میں پانی پینے سے (بھی منع فرمایا) کیونکہ جو شخص چاندی کے برتن میں دنیا میں پئے گا آخرت میں اسے چاندی کے برتن

میں پینا نصیب نہ ہوگا۔

تشریح:۔اس حدیث میں ''قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنے'' کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پیش آنے والی بات کے بارے میں قسم کھائے اور تم اس کی قسم پوری کرنے پر قادر ہو اور اس میں کوئی گناہ بھی نہ ہو تو تمہیں اس کی قسم پوری کرنی چاہئے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص کسی کو یہ قسم دلائے کہ تمہیں خدا کی قسم تم یہ کام کرو تو اس شخص کیلئے مستحب یہ ہے کہ وہ پروردگار کے نام کی تعظیم کی خاطر وہ کام کرلے اگرچہ واجب نہیں ہے، ''قسی'' ایک کپڑے کا نام تھا جو ''قس'' نامی مصر کے ایک علاقے کی طرف منسوب تھا، اس حدیث میں چاندی کے برتن استعمال کرنے سے منع فرمایا گیا ہے اسی طرح سونے کے برتن کا استعمال بھی ممنوع ہے بلکہ سونے کے برتن استعمال کرنے میں چاندی کے برتن استعمال کرنے سے زیادہ گناہ ہے اس حدیث میں جن چیزوں سے منع کیا جارہا ہے ان کا تعلق صرف مردوں سے ہے عورتوں سے نہیں ہے البتہ چاندی اور سونے کے برتن کے استعمال کی ممانعت مرد وعورت دونوں کیلئے ہے۔

درد ختم کرنے کیلئے سات مرتبہ پڑھی جانے والی دعا

۵۱......وعن عثمان بن أبی العاص أنه شكا إلى رسول الله ﷺ وجعا يجده فی جسده فقال له رسول الله ﷺ : ضع يدک على الذی يألم من جسدک وقل: بسم الله ثلاثا وقل سبع مرات: أعوذ بعزة الله وقدرته من شرما أجد وأحاذر۔ قال: ففعلت فأذهب الله ما كان بی. رواه مسلم (باب عيادة المريض ص:۱۳۴)

ترجمہ:۔حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ سے درد کی شکایت کی جسے وہ اپنے بدن کے کسی حصے میں محسوس کرتے تھے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمہارے بدن کے جس حصے میں درد ہے وہاں اپنا ہاتھ رکھ کر (پہلے) تین مرتبہ بسم اللہ پڑھو اور (پھر) سات مرتبہ یہ (دعا) پڑھو "أَعُوذُ بِاللهِ وَقُدرَتِهِ مِنْ شَرِّمَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ" (میں اللہ تعالیٰ سے اس کی عزت اور قدرت کے ذریعے اس برائی (یعنی درد) سے پناہ مانگتا ہوں جسے میں (اس وقت) محسوس کررہا ہوں اور (آئندہ اس کی زیادتی سے) ڈرتا ہوں،

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق) میں نے ایسا ہی کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میری تکلیف دور کردی۔"

مریض کی عیادت کے موقع پر سات مرتبہ پڑھی جانے والی دعا

۵۲۔ وعن ابن عباس قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ : ما من مسلم یعود مسلما فیقول سبع مرات: اَسْاَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَشْفِیَکَ إلا شفی إلا أن یکون قد حضر أجلہ. (رواہ ابوداود والترمذی (باب عیادۃ المریض ص ۱۳۵)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مسلمان کسی بیمار مسلمان کی عیادت کرتا ہے اور سات مرتبہ یہ کہتا ہے کہ اَسْاَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَشْفِیَکَ یعنی میں اللہ بزرگ و برتر جو عرش عظیم کا مالک ہے سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے شفاء دے، تو اللہ تعالیٰ اسے شفاء دے دیتے ہیں بشرطیکہ اُس کا وقت نہ آ گیا ہو (یعنی اس کا مرض لاعلاج نہ ہو)۔

شہادت کی سات اقسام

۵۳......وعن جابر بن عتیک قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: الشہادۃ سبع سوی القتل فی سبیل اللّٰہ: المطعون شہید والغریق شہید وصاحب ذات الجنب شہید والمبطون شہید وصاحب الحریق شہید والذی یموت تحت الھدم شہید والمرأۃ تموت بجمع شہید. رواہ ملک وأبو داود والنسائی (باب عیادۃ المریض ص:۱۳۶)

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اس شہادت کے علاوہ جو خدا کی راہ میں ہو شہادت کی اور سات قسمیں ہیں (۱) جو شخص طاعون میں مرے شہید ہے، (۲) جو شخص ڈوب کر مرجائے شہید ہے، (۳) جو شخص ذات الجنب میں مرے شہید ہے، (۴) جو شخص پیٹ کی بیماری (یعنی دست اور استسقاء) میں مرجائے شہید ہے، (۵) جو شخص جل کر مرجائے شہید ہے، (۶) جو شخص دیوار وغیرہ کے نیچے دب کر مرجائے شہید ہے، (۷) اور وہ عورت جو حالتِ حمل یا باکرہ مرے شہید ہے۔

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ حقیقی شہید تو وہی ہے جو راہِ خدا میں دین کے دشمنوں کا مقابلہ کرتے

ہوئے کام آئے اس کے علاوہ سات قسم کے اور شہید ہیں جو حقیقی شہید تو نہیں لیکن حکم میں شہید ہی کے ہیں بلکہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی قسمیں ہیں جو مختلف احادیث میں مذکور ہیں، ''ذات الجنب'' ایک مشہور بیماری ہے اور اس بیماری میں پہلو کے اندر دل اور سینہ کے قریب پھنسیاں ہو جاتی ہیں اور اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ مریض کا سانس رکتا ہے اور بخار و کھانسی رہتی ہے۔

(جاری ہے)

عالمی رابطہ ادب اسلامی پاکستان کی طرف سے
اردو اور عربی زبانوں میں تحریری مقابلے کا پروگرام

عالمی رابطہ ادب اسلامی کے تحت...... پبلک اسکولوں کے میٹرک تک اور دینی مدارس کے درجہ رابعہ تک کے طالب علموں کے مابین اردو اور عربی میں آل پاکستان تحریری مقابلہ منعقد کیا جا رہا ہے، مضمون کا عنوان یہ ہے:

''سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں''

اردو اور عربی زبانوں میں الگ الگ مقابلہ ہوگا اور دونوں زبانوں میں اول قرار پانے والے طالب علم کو الگ الگ آٹھ ہزار، دوم قرار پانے والے کو چار ہزار اور سوم قرار پانے والے کو تین ہزار روپے انعام دیا جائے گا اور تمام شرکاء کو توصیفی اسناد دی جائیں گی۔

مقابلہ جامع پر اثر اور مستند حوالہ جات کی مدد سے صاف ستھرا اور صفے کے ایک طرف لکھا ہوا ہو اور کم از کم پانچ صفحات پر مشتمل ہو اور ۲۳/مارچ ۲۰۰۹ء تک دفتر عالمی رابطہ ادب اسلامی، جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور کے پتے پر پہنچ جائے۔ تاخیر سے پہنچنے والے یا غیر واضح انداز میں لکھے ہوئے مضامین/مقالات کو شامل مقابلہ نہیں کیے جائیں گے۔

(حافظ فضل الرحیم)
(صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی، پاکستان)
0302-4324912,0333-4264719,0333-4411997

ترتیب:۔ مولانا محمد اقبال قریشی

حفاظتِ قرآن

(حسن ربط الفاظ ومعانی)

افادات: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ

جملہ آیات قرآنی اور اجزاء آیات کا عجیب ربط

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور یہ نعمتیں اس لئے تم کو عطا کیں تا کہ تم ان پر شکر کرو اور یہ عجیب نعمت کا بیان ہے کیونکہ اس کے معنی یہ ہوئے کہ یسرو عدم عسرو اکمال عدة وتکبیران سب پر شکر کرو اور شکر دوسری عبادات کے اعتبار سے تو ان عبادات کے متعلق ہے مگر فی نفسہ یہ خود بھی مستقل عبادت ہے اس لئے یہ خود بھی مطلوب اور مقصود ہے اس اعتبار سے یہ بھی ایک غایت ہے جس کے لئے یسرو اکمال عدة وغیرہ کو عطا کیا گیا۔ پھر چونکہ منعم کی خاصیت یہ ہے کہ اس سے نعمتوں کا استحضار ہوکر منعم کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے اور محبت کے بعد محبوب سے قرب کا تقاضا ہوتا ہے تو اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے قرب کو بیان فرماتے ہیں۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ، اس تقریر سے تمام آیات واجزاء کا ربط بخوبی ظاہر ہو گیا ان آیات کی تفسیر آج ذہن میں آئی ہے۔ اس سے پہلے کبھی نہیں آئی۔ آیت وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ کا ربط پہلی آیت سے مشہور یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو صوم اور تکبیر وشکر وغیرہ کا امر کیا ہے تو ممکن ہے کسی کو یہ شبہ پیدا ہو کہ نہ معلوم خدا تعالیٰ کو ہمارے ان افعال کی بھی خبر ہوتی ہے یا نہیں خصوصاً شکر قلب کی کیونکہ افعال قلبیہ مستور ہوتے ہیں جن کی اطلاع دنیا میں تو کسی کو نہیں ہوتی اور چونکہ طبیعت انسانیہ قیاس الغائب علی الشاہد کی عادی ہے اس لئے بعض لوگوں نے سوال بھی کیا اَقَرِیْبٌ رَبُّنَا فَنُنَاجِیْهِ اَمْ بَعِیْدٌ فَنُنَادِیْهِ کیا ہمارا پروردگار ہم سے قریب ہے کہ ہم اس سے خفیہ طور پر مناجات کرلیا کریں یا بعید ہے کہ پکارا کریں اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی یہ ربط بھی عمدہ ہے مگر ربط اول احسن ہے اور ربط مشہور تر اس آیت کا پہلی آیت کے متصل آنا امام ابوحنیفہؒ کے اس قول کی تائید کرتا ہے کہ تکبیر عیدالفطر راستہ میں سراً ہونا چاہئے جہر کی ضرورت نہیں رہی، تکبیر صلوٰۃ تو وہ چونکہ قراءت کے متصل ہے اور قراءت جہری ہے اس لئے اتصال جہری کی وجہ سے اس میں بھی جہر ہوگیا، دوسرے اس میں

جہر کی یہ بھی وجہ ہے کہ مقتدیوں کو اعلام کی ضرورت ہے کہ اس وقت تکبیر کہہ رہا ہے تو وہ بھی اس کی اقتداء کریں اور تکبیر طریق میں ہر شخص مستقل ہے وہاں اعلام کی ضرورت نہیں اور تکبیر تشریق کا جہر خلاف قیاس نص سے ثابت ہے لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الحج العج والثج وفی تکبیر التشریق تشبیہ تلبیة الحاج فافهم ۱۲ ظ) اور وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ، کی بلاغت عجیب قابل دید ہے کہ فقل انی قریب یافانه قریب نہیں فرمایا بلکہ بلاواسطہ فانی قریب فرمایا ہے یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص کسی سے سوال کرے کہ فلاں شخص کہاں ہے اور وہ بول پڑے کہ میں تو موجود ہوں اور یہ جب ہی ہوگا جبکہ مجیب کو سائل کے ساتھ خاص تعلق ہو اور اگر خاص تعلق نہ ہو تو وہ قریب ہوتے ہوئے بھی خود نہ بولے گا بلکہ جن سے سوال کیا گیا ہے ان سے کہے گا کہ اس سے کہہ دو وہ یہاں موجود ہے اور تعلق کی صورت میں ایسا نہ کرے گا خود بول پڑے گا کہ میں تو موجود ہوں اسی طرح یہاں حق تعالیٰ نے خود بلاواسطہ جواب دیا ہے کہ میں تو قریب ہوں حضور ﷺ سے نہیں فرمایا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ میں قریب ہوں اس میں جس خاص تعلق کو ظاہر کیا گیا ہے وہ تعلق ایسی نعمت ہے کہ اس پر ہزار جانیں قربان کردی جائیں تو تھوڑا ہے۔

لسان حق

پھر اس جواب کا حضور ﷺ کی زبان سے ادا ہونا بتلاتا ہے کہ رسول ﷺ کا بولنا خدا ہی کا بولنا ہے:

گرچہ قرآں از لب پیغمبر است...... ہر کہ گوید حق نگفت او کافر است

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود.... گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

ترجمہ:۔ قرآن پاک اگرچہ پیغمبر کی زبان سے ادا ہوا مگر اس کا کہا خدا کا کہا ہے بظاہر اگرچہ اللہ کی بجائے اللہ کے بندے کی زبان سے ادا ہو رہا ہے۔

حضور ﷺ میں ایک شان تو مبلغ ہونے کی ہے اور دوسری شان لسان حق ہونے کی ہے کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کیلئے بمنزلہ لسان یعنی ترجمان کے ہیں اس عنوان سے گھبرائیے نہیں کیونکہ جب شجرۂ طور لسان حق ہوگیا اور اس سے ندا آئی اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ (میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تم میری ہی عبادت کرو) تو حضور ﷺ کا لسان حق ہونا تعجب خیز کیوں ہے پھر حدیث میں اہل قرب کیلئے آیا ہے کنت بصره الذی یبصر به وسمعه الذی یسمع به ورجله الذی یمشی به (میں اس کی آنکھ ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا کان ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کا پاؤں جس سے وہ چلتا ہے) اور ظاہر ہے کہ حضور ﷺ سے زیادہ مقرب کون ہوگا تو آپ کی یہ شان سب سے زیادہ ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے خلاصہ ان اجزاء مرتبہ کا یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ان

نعمتوں کو دیکھ کر خود بخود آپ کے دل پر شکر کا تقاضا ہوگا کہ آپ کی ہی مصلحت و نفع کیلئے صوم کو مشروع فرمایا پھر اس میں تشریعاً و تکویناً یسر عدم عسر کی رعایت فرمائی تاکہ روزہ کی تکمیل ہو جائے اور تکمیل کے بعد اس نعمت پر تکبیر کہو اور شکر کرو پھر شکر سے محبت پیدا ہوگی اور محبت سے قرب حق کا تقاضا ہوگا تو اس آیت میں تسلی فرمادی کہ میں تم سے قریب ہوں مجھے تمہارے سب اعمال و اقوال کی خبر ہے۔

حقیقت عبادت

اور اسی پر بس نہیں بلکہ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ میں ہر دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کر لیتا ہوں۔

یہاں دعا سے مراد عبادت ہے دعائے ظاہری مراد نہیں جیسا آیۃ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ میں بقرینہ (جو لوگ میری عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں ۱۲ پارہ ۲ رکوع ۷) اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ یہی عبادت مراد ہے اور عبادت کو دعا سے تعبیر کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ بتلادیا گیا کہ تمہاری عبادت کی حقیقت محض دعا و التجا ہے جیسے کوئی شخص ڈوبتا ہو تو وہ دوسروں کو پکارتا ہے پس آپ کی عبادت کا صرف یہ درجہ ہے اس کے بعد جو کچھ ہے حق تعالیٰ کی عطا و فضل ہے اگر ہم اپنی عبادت پر ناز کرنے لگیں تو اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے ڈوبنے والے کی پکار سن کر کسی نے اس کو بچالیا ہو اور وہ ڈوبنے والا اس کے بعد فخر کرنے لگے کہ میں شناور ہوں ارے تجھے خبر بھی ہے کہ دوسرے نے تجھ کو بچالیا ورنہ محض پکارنے سے تو کہاں بچ سکتا تھا اور حقیقت میں ہمارا تو پکارنا بھی ان ہی کی عطا ہے اگر وہ طلب دل میں پیدا نہ کریں تو ہم سے پکارنا بھی نہ ہوسکتا۔ مولانا فرماتے ہیں:

ہم دعا از تو اجابت ہم زتو ...... ایمنی از تو مہابت ہم زتو

ترجمہ: دعا بھی آپ کی طرف سے ہے عبادت بھی، بے غمی بھی آپ کی طرف سے ہے ہیبت بھی۔

تصدیق و تعمیل

اس کے بعد فرماتے ہیں فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ کہ جب ہم تمہارا کام کردیتے ہیں اب تم بھی ہمارا کہنا مانو کہ میری باتوں کی تصدیق کرو اور عملاً اس کی تعمیل کرو لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ تاکہ تم کو رشد و فلاح حاصل ہو اور ہدایت میں ترقی ہو (یہ ترجمہ لفظی نہیں، حاصل ہوا) اس میں بتلادیا کہ ہم جو تم سے یہ کہتے ہیں کہ ہمارا کہنا مانو اس میں ہمارا کوئی فائدہ نہیں بلکہ اس کا نفع بھی تمہارے ہی لئے ہے اب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ میرا کہنا مانو ایسا ہے جیسا ہم بچہ سے کہا کرتے ہیں کہ میاں ہماری ایک بات مان لو اور وہ یہ ہے کہ کھانا کھالو اس عنوان سے اس پر گرانی نہ ہوگی اور وہ اپنے کام تمہاری خاطر سے

کرلے گا اسی طرح یہاں اللہ تعالیٰ نے جو کام بتلایا ہے وہ ہمارا ہی کام ہے ہمارے ہی فائدہ کا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کیا ٹھکانا ہے کہ اس کو اپنا کام قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہمارا کہنا مان لو۔

حسن معانی قرآن

اب میں ختم کرنا چاہتا ہوں اور اخیر میں اتنی بات اور کہنا چاہتا ہوں کہ آج میں نے جس طرح ان آیات کی تفسیر بیان کی ہے اس سے آپ کو معانی قرآن اور بلاغت قرآن کا اندازہ ہوگیا کہ قرآن کی تعلیم کیسی پاکیزہ ہے اس کا طرز بیان کیسا بلیغ ہے اس کی آیات و اجزاء آیات میں کیسا عجیب ربط ہے اس میں ہمارے جذبات کی کیسی رعایت ہے۔

آج معانی قرآن کے حسن کا بیان تھا حالانکہ میں پوری طرح اس کے حسن کو بیان نہیں کرسکا مگر انشاء اللہ کچھ نمونہ تو آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا جس کے بعد آپ یہ ضرور کہیں گے کہ قرآن کی شان یہ ہے:

بہار عالم حسنش دل و جاں تازہ می دارد...... برنگ اصحاب صورت را ببو ارباب معنی را

ترجمہ: اس کے حسن کی بہار جان کو تازہ رکھتی ہے ظاہر پسندوں کو ظاہری حسن سے اور معنی شناسوں کو باطنی خوشبو سے۔

اور اس کی یہ شان ہے ؎

مخدرات سراپردہ ہائے قرآنی...... چہ دلبرند کہ دل می برند پنہانی

ترجمہ: قرآن کے اسرار ایسے ہیں کہ محبوبوں کی طرح چھپے ہوئے دل لے جاتے ہیں۔

واقعی کسی نے سچ کہا ہے ؎

چیست قرآن اے کلام حق شناس...... رونمائے رب ناس آمد بہ ناس

حرف حرفش راست در معنے...... معنئے در معنئے در معنئے

ترجمہ: اے حق شناس قرآن جانتے ہو کیا ہے؟ لوگوں کو خدا کا چہرہ دکھانے والا ہے اس کے حرف حرف میں کئی معانی اور مطالب پوشیدہ ہیں۔

واللہ قرآن کے حسن کی یہ حالت ہے کہ:

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم...... کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

ترجمہ: سر سے قدم تک جہاں بھی دیکھتا ہوں وہیں خوبصورتی ہی خوبصورتی نظر پڑتی ہے اور آنکھ ٹک کر رہ جاتی ہے۔ (وعظ اکمال العدہ، ملخصاً و اقتباساً)

مترجمین: محسن تقویم اللہ

عبدالقادر

عتیق الرحمٰن

ایران میں اہلِ سنّت کی حالتِ زار پر

زاہدان کے مولانا عبدالحمید صاحب کا ایک انٹرویو

''سنی آن لائن'' ویب سائٹ نے زاہدان (ایران) کے نامور عالم دین اور وہاں کی جامع مسجد کے خطیب شیخ الاسلام مولانا عبدالحمید صاحب سے ایک انٹرویو کیا ہے، جو ایران میں اہل سنت کے ساتھ پیش آنے والے ایک المناک سانحے سے متعلق ہے، جس میں ایرانی صوبہ سیستان کے ایک قصبے ''عظیم آباد'' میں اہل سنت کی مذہبی درس گاہ ''مدرسہ اُبی حنیفہ'' کو مسمار کردیا گیا تھا، مولانا عبدالحمید صاحب ایران میں اہل سنت والجماعت کے ''شیخ الاسلام'' اور وہاں کے دینی مدارس کی تنظیم "اتحاد المدارس الدینیة" کے سربراہ ہیں____ اصل انٹرویو عربی میں ہے حالات سے آگاہی کیلئے اس کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔..............(ادارہ)

سلام ودعا کے بعد:

☼ جیسا کہ آنجناب کو معلوم ہے کہ ''زابل'' میں مدرسہ اُبی حنیفہ کو مسمار کردیا گیا ہے، آپ کی نظر میں اس حادثے کے اسباب کیا ہیں؟ اور اس پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

❑ آپ نے مدرسہ اُبی حنیفہ کو مسمار کرنے کی وجہ پوچھی ہے، میری نظر میں اس کی وجہ تعصب، تنگ نظری اور اہل سنت والجماعت کی ثقافتی اور مذہبی سرگرمیوں کے عدم برداشت کے سوا کوئی اور نہیں ہے، حالانکہ مذہبی و ثقافتی سرگرمیوں کی آزادی بنیادی انسانی حقوق میں سے ہے، ہمارے بعض دوستوں نے بتایا ہے کہ یہ مدرسہ قومی تجارتی شاہراہ کے قریب تھا جس پر ہر گزرنے والے کی نظر پڑتی تھی، بھلا یہ متعصب عناصر سے کیونکر برداشت ہوسکتا تھا؟

اس کے باوجود ہم نے اس سارے معاملے کا بغور جائزہ لیا، اور خوب سوچ و بچار کی، لیکن سوائے تعصب اور دوسروں کے بارے میں عدمِ رواداری کے، ہمیں اس مدرسے کے انہدام کی کوئی اور وجہ نہ مل سکی، اس طرح کے رجحانات اور اقدامات کے نتائج خطرناک ثابت ہوسکتے ہیں، جن کی

وجہ سے مذہبی اور گروہی فرقہ واریت میں بھی اضافہ کا اندیشہ ہے، کیونکہ جب بھی کسی مسلک کا مدرسہ مسمار کیا جائے، یا مسجد شہید کی جائے جو کہ اس مسلک والوں کیلئے مقدس مقامات ہیں اور جن میں وہ اپنی مذہبی عبادات سرانجام دیتے ہیں، اور اپنے مذہب کے عقائد، مسائل اور احکام وغیرہ سیکھتے ہیں تو لازمی طور پر اس تخریب کاری کے نتیجے میں گروہی تعصب کو شہ ملے گی، جو اس ''وحدتِ امت'' کے نظریے کے سراسر خلاف ہے جس کی ایرانی حکومت علمبردار ہے اور اس کا پرچار کررہی ہے، اب ایک طرف تو اتحاد امت کا دعویٰ ہے اور دوسری طرف بالکلیہ اس کے خلاف کام کیے جارہے ہیں، چنانچہ رفتہ رفتہ فرقہ وارانہ طرفداری کا گراف بلند ہوتا جائے گا اور دلوں سے وہ محبت، خلوص اور اسلامی اخوت کا جذبہ ختم ہوجائے گا جو مختلف فرقوں کیلئے ضروری ہے، اور ان تمام کوششوں کا انجام یہی ہوگا کہ اہل سنت والجماعت کے دل و دماغ پر یہ بات چھا جائے گی کہ اہل تشیع اپنے اقتدار وحکومت میں اہلِ سنت کو برداشت نہیں کرسکتے۔ اس فکر کا انجام خطرناک ہوگا۔

پھر اس بھیانک واقعے کا دوسرا بدترین نتیجہ یہ ہے کہ اس سے ملک وملت کے دشمنوں کو خوشی کا موقع ملتا ہے، صیہونی و عالمی سامراجی قوتیں تو پہلے ہی برملا اعلان کررہی ہیں کہ ایران کو تباہ کرنے کیلئے انہیں کسی مستقل سرمائے کو خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ یہاں تو پہلے ہی میدان تیار ہے، کیونکہ ایرانی خود ہی اپنے بربادی پر تلے ہوئے ہیں، اب اگر اس طرح کے واقعات رونما ہوں گے تو لازمی طور پر مسلمانوں کے درمیان نزاع پیدا ہوگا باہمی منافرت کے رجحان میں اضافہ ہوگا، ایک دوسرے کیلئے مشکلات کھڑی ہوجائیں گی تو پھر ایسی صورت میں بھلا دشمن کو تخریب کاری و بربادی کیلئے قوت صرف کرنے کی کیا ضرورت ہوگی؟

☼ اب جبکہ اس حادثے کو ایک عرصہ گذر گیا ہے، کیا حکومت کی طرف سے کچھ مثبت اقدامات سامنے آئے ہیں؟

☐ جہاں تک حکومت کی طرف سے مثبت اقدامات کی بات ہے تو ابھی تک ہمارے سامنے کوئی ایسی بات نہیں آئی، جس میں کوئی کارگر تدبیر اختیار کی گئی ہو، اور ہمیں ان سے کوئی ایسی توقع بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر انہوں نے مثبت اقدامات کرنے ہوتے تو وہ یہ تخریب کاری ہی کیوں کرتے، ان لوگوں نے تو اس مدرسے کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے صفحۂ ہستی سے مٹانے کیلئے یہ حرکت کی ہے۔

کاش! کہ حکومتی اہلکاروں کو یہ احساس ہوتا کہ اہل سنت اس اندوہناک سانحے کو کبھی نہیں بھلا سکیں گے جس نے ان میں اضطراب اور تنہائی کا احساس اجاگر کیا ہے، اور نہ ہی یہ قصہ ان کے دل و دماغ سے زائل ہو سکے گا، کیونکہ تخریب کاری نہ صرف بری چیز ہے بلکہ حرام بھی ہے۔

اب اگر اربابِ اقتدار اس مسئلے کا کوئی معقول حل نکالیں اور اپنے سنی بھائیوں کے دل و دماغ سے اس بے چینی و تنہائی کے احساس کو زائل کرنے کی کوشش کریں تو جلد ہی اہلسنت والجماعت کی طرف سے بھی گرمجوشی کا اظہار ہوگا اور ناسازگار حالات کی گرماگرمی میں کمی ہوگی، فتنہ ریزی و جنگجوئی کے دروازے بند ہو جائیں گے اور پوری دنیا گواہی دے گی کہ مسئلہ حل ہو گیا ہے، یہ ایک ناخوشگوار حادثہ تھا جس کا ازالہ کر دیا گیا ہے۔

لیکن اگر مسئلہ جوں کا توں رہا تو اجنبیت اور انفرادیت کا یہ چبھتا ہوا احساس آئندہ نسلوں کی طرف منتقل ہو جائے گا اور دلوں میں بغض و کینہ بیٹھ جائے گا، میں امید کرتا ہوں کہ حکومت اس مسئلے میں سنجیدگی کے ساتھ غور و فکر اور سوچ و بچار کا مظاہرہ کرے گی، درحقیقت ان تمام تر مذہبی مشکلات کی ذمہ داری حکومتی جماعت کے سربراہ اور اس جماعت کے کردار پر عائد ہوتی ہے، بلکہ ان مسائل کا تعلق ہی انہی سے ہے، کیونکہ تمامتر احکام انہی کی طرف سے جاری ہوتے ہیں، ان حالات میں اگر کہیں تخریب کاری ہو یا اس کا کوئی حل سامنے آئے تو حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس میں سوچ و بچار سے کام لے، جس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ ہم نے اپنا شکوہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کر دیا ہے اور اس معاملے کو اسی کی ذات کے سپرد کر دیا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمیں اس کے حل میں کوئی دلچسپی نہیں، کیونکہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہمارے دلوں میں بغض و عداوت اور کینہ رہے، ہم باہمی محبت کے ساتھ، پرامن رہن سہن کے قائل ہیں۔

☼ اس مدرسے کے طلباء کا مستقبل کیا ہے؟ اور ''اتحاد مدارس دینیہ'' کی تنظیم نے ان کے حوالے سے کوئی ایکشن لیا ہے؟

❑ ان بیچارے طلباء و اساتذہ کے مستقبل پر سوالیہ نشان لگا ہوا ہے، وہ ابھی تک حیران و سرگرداں ہیں، ان میں ۵۰۰ کے قریب طلباء، ۳۰۰ طالبات اور ۶۰ کے قریب عملے کے حضرات ہیں، اب یہ طلباء مختلف مساجد میں چلے گئے ہیں۔ پھر یہ طلبہ سالانہ چھٹیوں میں مختلف درسگاہوں میں

جا کر صرف ونحو کے کورسز میں شرکت کرتے ہیں، جبکہ حفاظِ کرام نماز تراویح پڑھاتے ہیں، یہ طلباء چھٹیوں کے بعد لوٹ آئیں گے، ان کو اس بات کی توقع ہے کہ جلد ہی ان کا مستقبل واضح ہو جائے گا، کیونکہ اس وقت وہ تردد اور اضطراب کی کیفیت سے دوچار ہیں، اور انتظار میں ہیں کہ کس طرح اس پریشان کن صورتحال سے انہیں نجات ملے، اور اپنے درسی مشاغل جاری رکھنے کیلئے کوئی راہ نکلے۔

☼ باخبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ شیخ احمد جو زاھدان کے معروف عالم دین ہیں ان کو حکومت نے گرفتار کر کے ''مشہد'' کے قید خانے سے تہران منتقل کر دیا گیا ہے، ان کی اسیری کو اب ایک ماہ سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے، آخر اس کے اسباب کیا ہیں؟ اور آپ کی ان کے حالات کے متعلق کیا اطلاعات ہیں؟

❑ شیخ احمد نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ عام مسلمانوں کی خدمت میں گزارا ہے، مدرسے میں تعلیم وتربیت کے علاوہ ان کی اہم ترین مصروفیت لوگوں کے جھگڑے اور اختلافات کا حل نکالنا ہے، وہ مدرسہ کے بہترین اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں، اور پورے صوبے میں ان کی شخصیت معروف ہے، لوگوں کے تنازعات باہمی کو رفع دفع کرنے اور ان میں صلح کرانے میں ان کو خاص مہارت حاصل ہے، اسی لئے میں نے اپنے دیگر مشاغل، جامعہ میں تدریسی مشغولیت اور اپنے بڑھاپے کی وجہ سے لوگوں کے مسائل حل کرنے اور ان میں صلح وصفائی کے تمام معاملات، انہی کے سپرد کر دیئے ہیں، وہ اصول وقواعد اور ہر طرح کے نشیب وفراز کا خیال رکھنے والے آدمی ہیں، اور کبھی بھی انہوں نے خلافِ قانون اقدام نہیں کیا، موصوف میری نیابت میں سرکاری میٹنگز میں بھی شریک ہوتے رہے ہیں، بلکہ اوروں کی نسبت وہی زیادہ شریک رہے ہیں، اور ان کا ریکارڈ آئینے سے بھی زیادہ شفاف ہے، ہماری معلومات کے مطابق ان کی ساری زندگی تہمت کے شبہے سے بھی پاک رہی ہے، پہلے انہیں مشہد لایا گیا اور پھر قید کر دیا گیا، حکومت کا پروگرام ہے کہ ان کی رہائی کے عوض اس بات کا عہد لیا جائے کہ اس جامعہ میں غیر ملکی طلباء کو داخلہ نہ دیا جائے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ بتلا دوں کہ غیر ملکی طلبہ صرف ہمارے مدرسے ہی میں نہیں ہیں، ان کی اکثریت تاجکستان سے تعلق رکھتی ہے، اگر کچھ افغانی ہیں تو ان کے والدین شروع ہی سے افغانستان سے ہجرت کر کے آئے ہوئے ہیں، یہ طلبہ ان لوگوں کی اولاد ہیں جو ایران ہی میں مقیم

ہیں، پھر غیر ملکی طلباء تو تمام ممالک میں ہوتے ہیں، بلادِ عربیہ جہاں دینی تعلیم کا اسلوب بدل چکا ہے اور وہاں کے مدارس یونیورسٹیز اور کالجز کی صورت اختیار کر چکے ہیں، شام، مصر، سعودی عرب اور امارات وغیرہ، ان سب ملکوں میں اسلامی دنیا کے طلباء زیرِ تعلیم ہیں جو یونیورسٹی پوری دنیا کے طلبہ کو اپنی طرف راغب کرنے میں کامیاب ہو جائے اسے دنیا بھر میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور یہ چیز ہر یونیورسٹی کیلئے قابلِ فخر سمجھی جاتی ہے۔

ہندوستان و پاکستان میں کئی مدارس پائے جاتے ہیں جو کہ قدیم اسلوب تعلیم رکھتے ہیں، ان میں بھی غیر ملکی طلباء کا آنا قابلِ فخر ہوتا ہے، جو علماء ایران میں مصروفِ کار ہیں، ان کی بڑی تعداد انقلاب سے پہلے دوسرے ممالک میں تعلیم حاصل کرتی رہی ہے، اور تعلیم کا یہ قدیم اسلوب اب بھی ایران کے کئی خطوں میں رائج ہے، اور ایرانی مدارس بھی غیر ملکی طلباء کی آمد پر فخر کرتے ہیں، ایک مرتبہ میں ''بین الاقوامی اسلامی مرکز'' گیا تا کہ غیر ملکی طلباء کے معاملے پر گفت وشنید ہو سکے، مرکز کے سربراہ، اور وہاں پر موجود دیگر حضرات سے گفتگو کی، وہ کہنے لگے کہ اس مرکز میں دس ہزار غیر ملکی طلباء پڑھتے ہیں، اور جب ہم نے تحقیق کی تو ان میں اکثر سنی تھے، نیز خمینی کے مرکزِ علمی اور اسی طرح ''قم'' کے تمام مراکز میں بڑی تعداد غیر ملکی سنی طلباء کی پائی جاتی ہے، ''قم'' کی سڑکوں پر افریقی طلبہ کی کثرت کی وجہ سے بعض اوقات ایسا لگنے لگتا ہے کہ ہم کسی افریقی ملک میں ہیں، تاجکستانی طلباء کی ایک بڑی تعداد ''قم'' میں پڑھتی ہے، جب وہ یہ کہتے ہیں کہ ان جدید مدارس میں غیر ملکی طلبہ کو تعلیم کی اجازت ہونی چاہئے تو ہم بھی ان سے کہتے ہیں کہ ہم بھی اسی ملک کے باشندے ہیں اور جب ''قم'' اور دیگر ایرانی شہروں میں غیر ملکی طلباء کو اجازت فراہم کی جاتی ہے تو ہمیں بھی اجازت ملنی چاہئے، جب ہم ایک ہی چھت کے نیچے رہتے ہیں تو ہمارے مابین فرق روا نہیں رکھا جانا چاہئے، کیونکہ ہم جہاں سنی ہیں وہاں ایرانی بھی ہیں، اور غیر ملکی طلباء بھی سنی ہیں، وسطی ایشیائی ممالک کے باشندوں کی اکثریت حنفی مسلک کی پیروکار ہے، لہٰذا وہ ہمارے مدارس میں فقہ حنفی پڑھتے ہیں، پس اس معاملے میں ہم دیگر لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں، جب آپ لوگ ''قم'' میں طلباء کو اجازت دیتے ہیں تو ہمیں بھی اجازت دیں، ہم بھی ایرانی ہیں، ہمارے طلباء ''یوم القدس ریلی'' اور ''۲۲ بھمن'' (یوم کامیابی انقلاب) کے جلسوں میں بھی شرکت کرتے ہیں، اور اسی طرح دوسری سرکاری تقریبات میں اور ہفتۂ وحدت کی مجالس میں شریک ہوتے ہیں، ملکی قائدین و راہنماؤں کے بیانات سنتے ہیں، ایرانی تہذیب وثقافت سیکھتے ہیں، یہ طلبہ واپس جا کر اپنے اپنے ممالک میں ہماری ثقافت کے داعی ہوں گے، پس ان کا ایران میں پڑھنا تو ملک کے اپنے مفاد میں ہے، اگر یہ

دیگر ممالک کا رُخ کریں گے تو ہماری تہذیب وثقافت کے داعی ومبلغ نہ ہوں گے بلکہ ان انسٹی ٹیوٹس اور سینٹرز کے محافظ و پیروکار ہوں گے، جہاں وہ تعلیم حاصل کریں گے۔

ایک اور نظر سے بھی ہم ان کو دیکھیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ان ممالک میں پلے بڑھے ہیں جہاں ایک طویل عرصے تک اشتراکی نظام کا غلبہ رہا، انہوں نے سوویت یونین کے ٹوٹنے سے پہلے اسی کے زیرسایہ زندگی گزاری ہے، اب وہ قرآن اور اسلام سیکھنے آئے ہیں، اس کے علاوہ ان کا کوئی مقصد نہیں، اور ہماری سرگرمیاں خالصتاً ثقافتی اور تعلیمی سرگرمیاں ہیں اور ہمارا طریقہ بھی خالص اعتدال کا ہے، ہم اتحادِ امت کے خواہاں ہیں اور اس کیلئے کوششیں کرتے ہیں، پس زیادہ بہتر یہی ہے کہ یہ طلباء یہاں پڑھیں اور اگر ہم ان لوگوں کو جو کہ شرعی علوم سیکھنے کیلئے آئے ہیں اپنے مدارس سے نکال دیں گے تو کل قیامت کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دیں گے، ان پانچ چھ سالوں میں، جن میں ہم غیرملکی طلباء کے معاملے میں لگے ہوئے ہیں، حکومت کھلے دل اور رواداری سے ان طلبہ کو اجازت دے، ہم شور شرابا کرنے والے لوگ نہیں ہیں لیکن جب ہم اجازت لینے جاتے ہیں تو ہمیں منع کیا جاتا ہے، حالانکہ ''قم'' میں پڑھنے والوں کو اجازت ہوتی ہے، ایران میں غیرملکی طلبہ کی تعداد کم از کم تیس ہزار تو ہوگی، ہمارے صوبے میں غیرملکی طلبہ زیادہ سے زیادہ پچاس ساٹھ ہیں، پس ہمارے ان تھوڑے سے طلبہ کو اجازت دیں، کیونکہ یہ ویزا لے کر آتے ہیں، اگرچہ ان کے پاس تعلیمی ویزا نہیں ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ مسئلہ حل ہوجائے گا، شیخ احمد جن کے بارے میں سب کو معلوم ہے کہ ان میں قابل اعتراض بات نہیں، ہمارے ساتھ جو کوئی بھی کام کرتا ہے ہم اس کے اعمال واقوال اور احوال کو اچھی طرح پہچانتے ہیں، امید ہے کہ شیخ احمد کو جلد از جلد رہا کردیا جائے گا اور وہ اپنے وطن اور اہل وعیال کی طرف لوٹ آئیں گے، ان جیسی شخصیات کی نظربندی حکومت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی۔

☼ آپ اس دباؤ کے بارے میں کیا تبصرہ کرتے ہیں جس کا اہل سنت کو سامنا ہے، آپ کی رائے میں یہ کب تک رہے گا؟

□ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ یہ دباؤ کب تک رہے گا، درحقیقت اس کا انحصار حکومت پر ہے، ہم بھی اہل تشیع کی طرح اس ملک کے باشندے ہیں، تو ہمیں بھی وہ حقوق ملنے چاہئیں جو آئین میں ہمارے لیے مقرر ہیں، ہم ہر اس چیز کو مانتے ہیں جو آئین کی رو سے ہم پر لاگو ہے، اور جن حقوق کا ہم مطالبہ کرتے ہیں وہ ہمارے آئینی حقوق ہیں، امتیازی قوانین تو بہت کم ہیں، مثلاً آئین میں یہ بات ہے کہ جمہوریہ ایران کا صدر اثنا عشری شیعہ ہوگا، ہم نے کبھی اس کا مطالبہ نہیں کیا، اگرچہ آئین کی ان دفعات پر اعتراض کیا گیا ہے جن میں مختلف فرقوں کے درمیان امتیاز کو روا رکھا گیا ہے، اور ہم

جانتے ہیں کہ سنی اس منصب پر کامیاب نہیں ہوں گے، لیکن دیگر معاملات کے بارے میں آئین ہمیں حقوق دیتا ہے اور ہمیں ابھی تک ان حقوق سے بھی محروم رکھا گیا ہے، لیکن پھر بھی ہم نے صبر کیا اور حکومت کیلئے مشکلات پیدا نہیں کیں، بلکہ صرف قراردادوں پر ہی اکتفا کیا، ہمیں اس بات کی بالکل امید نہ تھی کہ ہمارے اوپر اس طرح مذہبی دباؤ ڈالا جائے گا اور ہماری نمازوں کو بھی برداشت نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی ہمیں اس بات کی توقع تھی کہ پولیس اسٹیشنز اور سرکاری اداروں میں اہلسنت والجماعت کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ ان کے پیچھے ''جمع بین الصلوٰتین'' کریں یا تنہا نماز پڑھیں، حالانکہ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ شیعوں اور سنیوں کے درمیان عبادت کے طریقوں میں بڑا اختلاف ہے، یہ ممکن نہیں کہ ہم ان کی عبادت گاہوں میں نماز ادا کریں۔

خود شیعہ حضرات حرمین شریفین میں جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے، بلکہ ہوٹلوں، شاہراؤں اور بقیع میں محفلیں جماتے ہیں، لیکن سعودی حکومت کی طرف سے ان کو کوئی سرزنش نہیں کی جاتی، یہاں ہم شاہراہوں پر نہیں آتے بلکہ اپنے ذاتی گھروں میں یا کسی بڑے شہر میں کوئی عمارت اجرت پر لے لیتے ہیں، اور اس میں عبادت کرتے ہیں، جبکہ آئین ہمیں اس کی اجازت دیتا ہے کہ ہم جہاں چاہیں مسجد بنائیں، اور یہ ضروری ہے کہ ہر شخص کو مذہبی آزادی دی جائے، تاکہ وہ کسی روک ٹوک کے بغیر عبادت کر سکے، کیونکہ یہ شخصی عبادات ہیں، سیاسی نہیں، لیکن یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ جب کبھی شاہراہوں پر جماعت قائم کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کو سیاسی رنگ دیا گیا، ہمیں مختلف جگہوں پر جماعت کی نماز سے روکا گیا، دارالحکومت تہران میں جمعہ کی نماز سے روکا گیا، اور یہ بات کسی طرح مناسب نہیں کہ لوگوں کو اپنی ذاتی زمینوں پر نماز پڑھنے سے روکا جائے، دوسری طرف صورتحال یہ ہے کہ اہل تشیع کا کوئی ایک خاندان بھی اگر بلوچستان (ایران) میں بستا ہو تو ان کی اپنی ایک مسجد ہوتی ہے، اپنی مذہبی محفلیں قائم کرتے ہیں، اہلسنت کے اکثریتی صوبوں میں اہل تشیع کی اپنی امام بارگاہیں ہوتی ہیں، جہاں وہ اپنے پروگرام منعقد کرتے ہیں، پنج وقتہ نمازوں کے ساتھ نمازِ جمعہ کی بھی ادائیگی ہوتی ہے، اور اس سلسلے میں ان کو کوئی مشکل پیش نہیں آتی، اہلسنت امام بارگاہ بنانے میں بھی ان کی مدد کرتے ہیں، نقدی اور زمین بھی مہیا کرتے ہیں، ان کے مقابلے میں ہم زیادہ وسیع النظر ہیں، اگرچہ یہ جملہ بعض حضرات پر نہایت گراں ہوگا، لیکن یہ حقیقت ہے اور اس بات کو ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ اہلسنت شیعہ حضرات سے زیادہ وسیع النظر ہیں، حالانکہ وہ صاحبِ اقتدار بھی ہیں، اگر ہم

صاحبِ اقتدار ہوتے تو شیعہ حضرات کو بھی حکومتی اور سیاسی امور میں شریک کرتے، کسی کو گمان بھی نہ ہوتا کہ یہ خالص سنّی حکومت ہے، ہم میں سے جو لوگ دوسروں کی نمازیں برداشت نہیں کر سکتے، ان کو چاہئے کہ وہ وحدت واتفاق کا نعرہ چھوڑ دیں، وحدت تو اس وقت پائی جائے گی جب ہر فریق دوسرے کی مساجد و مدارس اور نمازوں کو برداشت کرنے کا جذبہ اپنے اندر رکھتا ہو، کوئی قوم اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک وہ فراخ دل نہ ہو، ہم اس بات کی امید رکھتے ہیں کہ ارباب حکومت اس معاملے میں غور و فکر کریں گے، کہ اہلسنت والجماعت پر زمین تنگ نہ کی جائے، ہمیں اندیشہ ہے کہ اس تنگ نظری کی وجہ سے کہیں فرقہ واریت شروع نہ ہو جائے جو مستقبل میں عالمگیر سطح پر بدنمائی کا ذریعہ بنے اس کے نتیجے میں شیعہ سنّی فسادات شروع ہو جائیں، میں ہمیشہ یہ بات سوچتا ہوں کہ عالمی استعمار دنیا میں بدنام ہے اور یہ بدنامی کسی ایک مسئلے کی وجہ سے نہیں ہے، بدقسمتی سے ہم بھی انہیں راستوں پر گامزن ہیں اور فرقہ واریت کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں، شیعہ مساجد اور امام بارگاہوں کو نقصان پہنچانے والے اگر مفسدین میں شمار ہوتے ہیں تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ سنّی مساجد و مدارس کو نقصان پہنچانے والے بھی مفسدین میں شمار کئے جائیں ہمارے اوپر اس وقت جو مذہبی دباؤ ہے اسے ختم کیا جائے، اور ہمیں اپنے مذہبی معاملات میں آزادی دی جائے۔

☼ آخر میں ذرا یہ بتائیں کہ ان حالات میں آپ اہلسنت والجماعت کو کیا پیغام دینا چاہئیں گے؟

❑:۔ ان حالات میں تمام اہلسنت والجماعت کیلئے میرا پیغام یہ ہے کہ وہ آپس میں اتحاد واتفاق سے رہیں اور قانون کے دائرے میں اپنے حقوق کا مطالبہ کریں، اپنے مذہبی امور میں ثابت قدم رہیں، دوسروں کے مذہب میں مداخلت سے گریز کریں، آئین کی رو سے بھی دوسرے کے مذہب میں مداخلت جائز نہیں، ہر مذہب کے مسائل الگ ہیں، اور ہر ایک اپنے مذہب کے معاملات میں الگ رائے رکھتا ہے، اہلسنت والجماعت کیلئے یہ بھی وصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنے گناہوں سے توبہ استغفار کی کثرت کریں، نمازوں اور دیگر ارکانِ دین کا اہتمام کریں اور ہر طرح کے ظاہری اور باطنی فتن سے اللہ کی پناہ مانگیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

زیادہ نفع کمانے کے لئے ذخیرہ اندوزی کی ممانعت

حضرت عمر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو تاجر غلہ وغیرہ، ضروریات زندگی کا ذخیرہ عوام کی ضرورت کے باوجود مہنگائی کے لئے محفوظ رکھے وہ گنہگار اور ملعون ہے"۔ (ابن ماجہ والدرامی)

اسلام کے معاشی نظام کی حقیقت یہ ہے کہ عوام خاص کر غرباء یعنی کم آمدنی والوں کو زندگی گذارنا دشوار نہ ہو، تجارت پیشہ اور دولت مند طبقہ زیادہ نفع اندوزی کے بجائے عوام کی سہولت کو پیش نظر رکھے اور اس مقصد کے لئے کم نفع پر قناعت کرکے اللہ کی رضا اور آخرت کا اجر حاصل کرے۔

ذخیرہ اندوزی سے مصنوعی قلت پیدا ہو کر گرانی بڑھ جاتی ہے اور عام لوگوں کا گذارہ دشوار ہو جاتا ہے، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سختی سے منع فرمایا ہے۔

تعاون

فقہ المعاملات کی خصوصیات ﴿انعام الباری جلد ۶، ۷﴾

از: شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مد ظلہم العالی

معاملات کے میدان میں دین سے دوری کی وجہ

معاملات کے میدان میں دین سے دوری کی وجہ یہ تھی کہ چند سو سالوں سے مسلمانوں پر غیر ملکی اور غیر مسلم سیاسی اقتدار مسلط رہا اور اس غیر مسلم سیاسی اقتدار نے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ اس بات کی تو اجازت دی کہ وہ اپنے عقائد پر قائم رہیں اور مسجدوں میں عبادات انجام دیتے رہیں، اپنی انفرادی زندگی میں عبادات کا اہتمام کریں لیکن زندگی میں تجارت (Business) و معیشت (Economy) کے جو عام کام ہیں وہ سارے کے سارے ان کے اپنے قوانین کے تحت چلائے گئے اور دین کے معاملات کے احکام کو زندگی سے خارج کر دیا گیا، چنانچہ مسجد و مدرسہ میں تو دین کا تذکرہ ہے لیکن بازاروں میں، حکومت کے ایوانوں میں اور انصاف کی عدالتوں میں دین کا ذکر اور اس کی کوئی فکر نہیں ہے۔

یہ سلسلہ اس وقت سے شروع ہوا جب سے مسلمانوں کا سیاسی اقتدار ختم ہوا اور غیر مسلموں نے اقتدار پر قبضہ کیا۔ چونکہ اسلام کے جو معاملات سے متعلق احکام ہیں وہ عمل میں نہیں آرہے تھے اور ان کا عملی چلن دنیا میں نہیں رہا اس لئے لوگوں کے دلوں میں ان کی اہمیت گھٹ گئی اور ان پر بحث و مباحثہ اور ان کے اندر تحقیق و استنباط کا میدان بھی بہت محدود ہو کر رہ گیا۔ لیکن اس وقت اللہ ﷻ کے فضل و کرم سے سارے عالم میں ایک شعور پیدا ہو رہا ہے اور وہ شعور یہ ہے کہ جس طرح ہم اپنی عبادتیں شریعت کے مطابق انجام دینا چاہتے ہیں اسی طرح اپنے معاملات کو بھی شریعت کے سانچے میں ڈھالیں، یہ قدرت کی طرف سے ایک شعور ہے جو ساری دنیا کے مسلمانوں میں رفتہ رفتہ پیدا ہونا شروع ہوا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بعض ایسے لوگ جن کی ظاہری شکل و صورت اور ظاہری وضع قطع کو دیکھ کر دور دور تک یہ گمان بھی نہیں ہوتا تھا کہ یہ متدین ہوں گے لیکن اللہ ﷻ نے ان کے دل میں حرام مال کی نفرت اور حلال مال کی طرف رغبت پیدا فرما دی۔

اب وہ اس فکر میں ہیں کہ کسی طرح ہمارے معاملات شریعت کے مطابق ہو جائیں وہ اس تلاش میں ہیں کہ کوئی ہماری رہنمائی کرے، لیکن اس میدان میں رہنمائی کرنے والے کم ہو گئے۔ ان کے مزاج و مزاق کو سمجھ کر ان کے معاملات اور اصطلاحات کو سمجھ کر جواب دینے والے بہت کم ہو گئے اس وقت ضرورت تو بہت بڑی ہے لیکن اس ضرورت کو پورا کرنے والے افراد بہت کم ہیں۔

اس لئے میں عرصہ دراز سے اس فکر میں ہوں کہ دینی مدارس کے تعلیمی نصاب میں "فقہ المعاملات" کو خصوصی اہمیت دی جائے، یہ بہت ہی اہمیت والا باب ہے اس لئے خیال یہ ہے کہ "کتاب البیوع" سے متعلقہ جو مسائل سامنے آئیں انہیں ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا جائے تاکہ کم از کم ان سے واقفیت ہو جائے۔ بہر حال انعام الباری جلد ۶، ۷ انہی اہم ابحاث پر مشتمل ہے۔

مولانا محمد عیسیٰ منصوری

سرمایہ دارانہ نظام کا بحران
اسباب اور حل

۱۵ ستمبر ۲۰۰۸ء کو مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کا بدترین بحران سامنے آیا جب امریکہ کے دوسرے بڑے بینک لیہمن برادرز (Lehman brothers) کا خسارہ ناقابل برداشت حدود کو پار کرگیا، نیویارک اسٹاک ایکسچینج میں ایک شیئر (حصص) کی قیمت ۸۰ ڈالر سے گر کر ۱ء۶۵ ڈالر پر آ گئی یعنی اس بینک کے سرمایہ کی مالیت ۱۸۵ ارب ڈالر سے گر کر صرف ۵۶ء۵ ارب ڈالر رہ گئی اور لیہمن برادرز کے ۱۳۰ ملکوں میں پھیلے ہوئے ۱۶۰۰۰ ملازمین کی نوکریاں خطرے میں پڑ گئیں، اسی دن امریکہ کی بین الاقوامی شہرت کی حامل انشورنس کمپنی AIG امریکن انٹرنیشنل گروپ کرش کرگئی اور اس نے اپنی بقاء کیلئے امریکن حکومت سے ۸۵ ارب ڈالر کی رقم کا مطالبہ کردیا۔

صورتحال اس قدر خطرناک ہوگئی کہ نیویارک اسٹاک ایکسچینج ایک ہی رات میں ۴۸۰ پوائنٹس سے گرا اور امریکی شیئر مارکیٹ ۶۰ گھنٹوں میں ۸ فیصد گر گئی، صرف ستمبر کے مہینے میں بینکوں کے ایک لاکھ اُنسٹھ ہزار ملازمین اپنی ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھے، ان میں وال اسٹریٹ کے تیس ہزار ملازمین بھی شامل ہیں، اس کے ساتھ ہی یورپین ممالک سے لے کر مشرق بعید تک پورا سرمایہ دارانہ نظام لڑکھڑا گیا۔ کمیونزم کے بعد کیپٹل ازم کا اقتصادی نظریہ و نظام ناکام ہو کر زمین بوس ہوتا نظر آیا۔ بش حکومت نے اپنے سرمایہ دارانہ نظام کو بچانے کیلئے لیہمن برادرز اور AIG کو کنٹرول میں لے لیا۔ ظاہر ہے ایک ہی رات میں ڈیڑھ کھرب ڈالر کے خسارے کو امریکن حکومت کے منظور کردہ پیکج کے ۷۰۰ ارب ڈالر بچا نہیں سکتے تھے۔ ماہرین کے مطابق اس بحران سے دنیا میں ۶۔۷ کھرب (ٹریلین) ڈالر ڈوب سکتے ہیں اور لاکھوں کروڑوں انسان اپنی زندگی بھر کی جمع پونجی سے محروم ہو کر بھکاری بن سکتے ہیں۔ اس سے پہلے ۱۹۲۹ء میں امریکہ میں اسی طرح کا اقتصادی بحران آچکا ہے، جب سینکڑوں کی تعداد میں امریکن بینک دیوالیہ ہوگئے تھے اور امریکی اسٹاک مارکیٹ پوری طرح تباہ

ہو کر بکھر گئی تھی، ڈالر بے وقعت ہوگیا تھا، اس وقت کے امریکی صدر روزبیلٹ نے اس وقت بھی امریکی عوام کے ٹیکس کی رقم سے سرمایہ کاری کرکے، سرمایہ دارانہ نظام کی عمارت کو زمین بوس ہونے سے بچالیا تھا۔ آج ٹھیک ۷۸ سال بعد یہ عمارت پھر دھڑام سے زمین پر آرہی۔

موجودہ اقتصادی بحران کے اسباب

امریکہ کے اس بینکنگ بحران کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بینکوں نے سود کے لالچ میں لوگوں کو آسائش وخواہشات کی راہ پر ڈال دیا کہ آؤ ہم سے قرضہ لے کر اپنی خواہشیں پوری کرو اور ہمیں سود دو، مثلاً ایک امریکی شخص بینک سے دولاکھ ڈالر قرضہ لے کر مکان خریدتا ہے، دوسال بعد اسے بینک کا لیٹر ملتا ہے کہ اب تمہارے مکان کی قیمت (ویلیو) ڈھائی لاکھ ہوگئی، اس لئے ہم سے مزید ۵۰ ہزار ڈالر قرضہ لے کر نئی کار، نیا ٹی وی، نیا فرنیچر خرید سکتے ہو، چنانچہ وہ شخص بینک سے مزید ۵۰ ہزار ڈالر قرض اُٹھا کر نئی چیزیں خرید لیتا ہے۔ غرض بینکوں نے سود حرص ولالچ میں ایسے لوگوں کو قرضہ دیا، جن میں قرضہ لوٹانے کی طاقت نہیں تھی، اسے موجودہ بینکنگ کی اصطلاح میں N.I.N.JA Loans کہتے ہیں، یعنی No income no Job only application (نہ آمدنی نہ کام صرف درخواست کرکے قرضہ اٹھائیں لوگ) جب بینکوں سے قرضہ لینے والے لوگوں کی بھاری اکثریت ایسے لوگوں پر مشتمل ہوگئی جن کے پاس قرضہ کی ادائیگی کیلئے نہ آمدنی تھی نہ کام اور بینکوں نے محسوس کرلیا کہ ہمارے اکثر قرضے وصول نہیں ہوں گے تو انہوں نے امریکی حکومت کے سامنے ہاتھ کھڑے کردیئے کہ اگر تم نے مزید سرمایہ فراہم نہ کیا تو ہمارے پاس مارکیٹ چھوڑ کر بھاگنے کے سوا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔

امریکی حکومت خوب جانتی ہے کہ بینکوں یا زیادہ صحیح الفاظ میں بینکاروں (سرمایہ داروں) کی راہ فرار سے ملک میں ایسی ہاہاکار مچے گی کہ چند دن حکومت چلانا مشکل ہوجائے گا۔ اس لئے صدر بش نے بینکوں کو بچانے کیلئے ۷۰۰ ارب ڈالر کا پیکیج کانگریس کے سامنے پیش کردیا۔ پہلے مرحلہ میں کانگریس نے اسے منظور کردیا، نامنظور کرنے والوں کی اکثریت کا تعلق خود صدر بش کی حکمران ری پبلکن پارٹی سے تھا۔ یہی صحیح فیصلہ تھا کہ ۷۰۰ ارب ڈالر کی خطیر رقم سے بینکاروں کی جیبیں بھرنے کی بجائے اس سرمایہ سے امریکہ میں نئی صنعتیں وانڈسٹریاں لگا کر عوام کو روزگار فراہم کیا جاتا (کیونکہ یہ ۷۰۰ ارب ڈالر عوام ہی کے تھے، جو عوام کے ٹیکسوں سے وصول کئے جائیں گے)۔ اس بحران کی دوسری اہم

وجہ صدر بش کی احمقانہ جنگی پالیسیاں ہیں، جو اس نے اسرائیل اور یہودی بنکاروں کا آلۂ کار بن کر دنیا بھر میں روا رکھی ہیں۔ صدر بش کے جنگی جنون نے امریکہ کا جنگی خسارہ ماہانہ ۷۰ ارب ڈالر تک پہنچا دیا یعنی فی منٹ ۱۱۲۳۰۰ ڈالر۔ ان احمقانہ جنگوں نے امریکی معیشت کی کمر توڑ کر رکھ دی، صدر بش نے بینکوں کیلئے جتنی (رقم ۷۰۰ ارب ڈالر) کا پیکیج منظور کیا ہے تقریباً اتنی ہی عوام کے ٹیکسوں کی رقم وہ دہشت گردی کے خلاف جنگوں میں ضائع کر چکے ہیں۔ ان جنگوں سے فائدہ صرف بینکاروں ہی کو ہوا۔ اب پھر بش صاحب نے عوام کے ٹیکس کے ۷۰۰ ارب ڈالر ان سرمایہ داروں (بینکاروں) کی جیبوں میں ڈال دیئے، اس ۷۰۰ ارب ڈالر کے پیکیج کے منظور ہوتے ہی امریکی بینکاروں نے ایسے جشن منائے کہ ایک ہی رات میں لاکھوں ڈالر شراب و شباب پر اُڑا دیئے اور اپنی تنخواہیں مزید بڑھالیں، پہلے ہی ان کی تنخواہیں کئی کئی ملین ڈالر ہیں، یہ ہے مختصر کہانی، سرمایہ دارانہ نظام کے حالیہ بحران کی۔

مغربی ملکوں کی اقتصادی دہشت گردی

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے غیر سودی یا اسلامی بینک اس بحران سے پوری طرح محفوظ ہیں۔ اگر چہ میرے نزدیک موجودہ اسلامی بینک سو فیصد اسلامی نہیں، البتہ اسلام کے مبارک اقتصادی نظام کی طرف ایک کوشش ضرور کہے جاسکتے ہیں، اس عالمگیریت کے دور میں جب دنیا سمٹ کر ایک گاؤں بن گئی ہے، عالمی اقتصادی نظام پر مغربی سرمایہ داروں کا غلبہ وتسلط قائم ہے، اس منحوس سودی نظام سے پوری طرح آزاد ہو کر مکمل طور پر اسلامی معاشی نظام اس وقت تک ممکن نہیں جب تک پوری اسلامی دنیا ہمت کر کے، ایک ساتھ اس مبارک غیر سودی نظام کو اپنانے کا فیصلہ نہ کر لے۔ اس بحران سے مغرب کی سرمایہ دارانہ دہشت گردی اور مکاری پھر طشت ازبام ہوگئی، وہ اس طرح کہ معاہدہ اور قومی مارکیٹ اکانومی کے مغرب نواز نظام کے ذریعہ مغرب کی ملٹی نیشنل کمپنیوں کو ہر ملک میں گھس کر اپنا جال بچھانے، نفع کمانے، سرمایہ لوٹنے، قوموں اور تہذیبوں کو نچوڑ کر کنگال بنانے کی پوری آزادی ہے۔ اب جب کہ مغرب کی غلط پالیسیوں کی بدولت دنیا اقتصادی بحران کی لپیٹ میں آئی تو ہم نے دیکھا کہ امریکہ، برطانیہ، فرانس سمیت ہر ملک صرف اپنے ملک وقوم کو اس بحران سے بچانے کی فکر کر رہا ہے۔ غریب لوگوں اور ملکوں کی جو تباہی مغرب کی غلط پالیسیوں کے سبب ہوئی ہے، ان کو تباہی سے بچانے کیلئے کچھ نہیں کیا جارہا، بلکہ مغرب نے اس بحران میں سب

سے پہلے عربوں اور مشرقی ممالک کے سرمایہ پر ہاتھ صاف کیا، جنہوں نے مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام پر اعتماد کر کے گذشتہ نصف صدی سے اپنی تمام جمع پونجی امریکہ ویورپ کے بینکوں میں رکھ چھوڑی تھی۔

بہر حال دنیا کے اقتصادی ماہرین اس سبق کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ بش نے ۷۰۰ ارب ڈالر کا پیکیج منظور کر کے اپنے (سرمایہ دارانہ) نظام کو بچانے کی جو کوشش کی ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کوما کے مریض کی، مشین کے ذریعے سانسیں جاری رکھی جائیں۔ یہ محض ایک وقتی حیلہ ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام ٹوٹ کر بکھرنے کے قریب پہنچ چکا ہے۔ کاش ہم مسلمان اس قابل ہوتے کہ دنیا کو بتا سکتے کہ انسانیت کو تباہی سے بچانے کا نسخہ ہمارے پاس ہے۔ اسلامی نظام (اقتصادی) پہلے بھی تقریباً ایک ہزار سال تک بین الاقوامی طور پر دنیا کے بڑے حصہ (ایشیا، افریقہ، یورپ) پر نہایت کامیابی سے چلا ہے اور اس طویل عرصہ میں نہ کوئی اس طرح کا معاشی بحران آیا، نہ اس طرح کی کمر توڑ مہنگائی۔ آیئے آج کی مجلس میں ہم دونوں اقتصادی نظاموں (اسلامی ومغربی) کا موازنہ وتجزیہ کریں:

اسلامی اقتصادی نظام کی بنیادیں

جس طرح انسانی حیات کیلئے اس کی رگوں میں خون کی گردش ضروری ہے، اسی طرح نظام کائنات کی حیات مال کی صحیح گردش پر موقوف ہے، جو تجارت اور اقتصادی نظام کے ذریعہ وجود میں آتی ہے اور جس طرح خون کا جسم کے کسی حصہ میں جمع ہو جانا اور دوسرے حصوں تک نہ پہنچ پانا، جسم کی موت ہے، اسی طرح سرمایہ اور دولت کا چند ہاتھوں میں جمع ہو کر رہ جانا، نظام کائنات کی تباہی ہے۔ اسلام کے اقتصادی نظام کی بنیاد قرآن کی زبان میں گئے لَایَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَاءِ مِنْکُمْ ہے۔ تاکہ دولت وسرمایہ چند ہاتھوں میں مرتکز (جمع) نہ ہو جائے۔ اسلام کے اقتصادی نظام کی بنیاد زکوٰۃ صدقات عشر وخراج پر ہے یعنی زراعت، باغات اور زمین کی پیداوار میں غریب عوام کا حق۔ اگر زمین بارش سے سیراب ہو رہی ہو تو دسواں حصہ اور اگر کسان نے خود مشقت کر کے زمین کو پانی دیا ہو تو بیسواں حصہ۔ اسی طرح اسلام نے وراثت کی تقسیم کر کے، ایسے جامع اور پر حکمت احکامات دیئے کہ اگر ساری دنیا کی دولت بھی کوئی فرد اکٹھی کر لے تو چند پشتوں میں وہ ساری دولت وراثت کے

احکامات کے ذریعے معاشرہ میں پھیل جائے گی۔

غرض ہر وہ چیز جس سے مال و سرمایہ چند ہاتھوں میں مرتکز ہو جاتا ہے، اسے اسلام نے ممنوع و حرام قرار دیا، جیسے سود، ذخیرہ اندوزی، جوا وغیرہ وغیرہ۔ اسلام کے پورے اقتصادی نظام کا مقصد تو اہل ثروت سے مال لے کر بے وسائل اور غرباء تک پہنچانا ہے۔ اسلام انسانوں میں ایک دوسرے کے ساتھ یہی ہمدردی، اخوت، تعاون، مواساۃ کا معاشرہ تشکیل دیتا ہے۔ یاد رہے کہ قرآن کا اقتصادی نظریہ افزائش دولت (Production) کے بجائے تقسیم دولت (Distribution) کا نظریہ ہے۔ یہی وہ بنیادی فرق ہے، جو اسلامی معاشی نظام کو دوسرے معاشی نظاموں سے ممتاز کرتا ہے۔ دنیا کے تقریباً تمام ہی معاشی نظام افلاطون کے یوٹو پیائی نظام سے لے کر موجودہ دور کے مارکسی نظام معیشت یا مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام تک سب کا مقصد زیادہ سے زیادہ حصول دولت اور ارتکاز سرمایہ ہے۔ یہ سب معاشی نظام حصول دولت کیلئے معاشرہ کو تباہ کرنے والے اور نقصان پہنچانے والے غلط ذرائع کے اختیار کرنے میں کوئی قباحت نہیں دیکھتے۔

جب دنیا میں قرآن کا پیش کردہ اقتصادی نظام قائم ہوا تو چند سالوں کے اندر ایسی خوش حالی کا دور دورہ ہوا کہ مملکت اسلامی کے کسی شہر میں کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں ملتا تھا، غور کیا جائے تو اسلام کی اصل بنیاد دو ہی چیزیں ہیں، اولاً دنیا میں خدائے واحد کی عبادت کا قیام اور دوسرے انسانیت کو سود کی لعنت سے نجات دلانا۔ سود اتنی بڑی لعنت و برائی ہے کہ اسلام نے سود کے مسئلہ پر کبھی سمجھوتہ نہیں کیا، حتیٰ کہ رسول اکرم ﷺ نے جب نجران کے عیسائیوں سے معاہدہ کیا، اس میں صراحت کی گئی کہ سودی کاروبار کی صورت میں یہ معاہدہ کالعدم سمجھا جائے گا، یعنی اگر کوئی کسی مسلمان کو قتل کردے، مسلمانوں کے خلاف سازش کرے، جاسوسی کرے تو سزائے موت اس فرد کو ملے گی۔ من حیث القوم انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا مگر سودی لین دین پر پوری قوم کے ساتھ کیا گیا معاہدہ ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح خلفائے راشدین کے عہد زرین میں دنیا بھر کی اقوام، مذاہب وتہذیبوں سے جو معاہدے ہوئے، ان تمام میں واضح طور پر یہ شق تھی کہ اگر تم نے سودی لین دین کیا تو ہم سے معاہدہ ختم ہو جائے گا۔ سود اس درجہ کی برائی، شر اور لعنت ہے، جو کسی حالت میں برداشت نہیں کی جاسکتی۔ سود واحد جرم ہے، جس کو قرآن نے اللہ اور رسول کے ساتھ کھلا اعلان جنگ کہا ہے۔ افسوس آج مسلم ممالک نے ہر چوراہے اور ہر سڑک پر اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ اعلان جنگ قبول و منظور کرنے کا اظہار سودی بینکوں کی شکل میں کر رکھا ہے۔ یہ

بات پورے یقین و وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اگر آج بھی مسلمان قرآن کے اصولوں پر صرف مالیاتی نظام لے آئیں تو مغرب کی بالادستی وغلبہ سے نجات پا جائیں۔

سرمایہ دارانہ اقتصادی نظام کی بنیاد

دوسرا اقتصادی نظام مغرب کا موجود سرمایہ دارانہ نظام ہے، جو بیسویں صدی کے اوائل سے دنیا بھر میں غالب و مروج ہے، اس سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد سود، ذخیرہ اندوزی اور جوا (سٹہ) ہے، اس نظام کے ثمرات ونتائج یہ ہیں کہ دنیا بھر میں امیر زیادہ امیر اور غریب زیادہ غریب ہوتا جا رہا ہے اور پوری دنیا کا سرمایہ و وسائل چند مٹھی بھر ہاتھوں میں منتقل ہو رہا ہے، اس وقت پوری دنیا کا ۸۰ فیصد سے زائد سرمایہ ۵۰۰ ملٹی نیشنل کمپنیوں کی ملکیت بن چکا ہے، تقریباً دنیا کے ہر ملک میں سرمایہ و وسائل چند لوگوں کے ہاتھوں میں سمٹ گیا ہے، مثلاً بھارت کی آبادی ایک ارب کے قریب ہے، وہاں ۸۰ کروڑ انسانوں کے پاس جتنا سرمایہ ہے، اتنا بھارت کے چار مشہور سرمایہ داروں کے پاس ہے۔ پاکستان کے ۱۴ کروڑ لوگوں کے پاس جتنا سرمایہ ہے، اس کا بڑا حصہ چند لوگوں کے پاس ہے۔ دنیا میں تیزی سے دو طبقات وجود میں آ رہے ہیں (۱) انتہائی امیر (۲) انتہائی غریب۔ متوسط طبقہ تیزی سے ختم ہو رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے، مغرب کی ذہنی غلامی میں پوری دنیا مغرب کے قرونِ وسطیٰ کے تاریک دور کی طرف بڑھ رہی ہے جب یورپ میں لارڈ اور جاگیردار یا ان کے غلام تھے۔ حتیٰ کہ دنیا بھر کی حکومتیں بشمول امریکہ و یورپ کے مٹھی بھر سرمایہ داروں کی غلام بن چکی ہیں۔ آج جمہوریت کی تعریف یہ نہیں رہی کہ عوام کی حکومت عوام کے ذریعے، عوام کے مفاد کیلئے، بلکہ آج جمہوریت نام ہے سرمایہ داروں کی حکومت، سرمایہ داروں کے ایجنٹوں کے ذریعے، سرمایہ داروں کے مفاد کیلئے، اس غیر فطری اور انسانیت دشمن اقتصادی نظام نے پوری دنیا کو تباہی کے دہانہ پر پہنچا دیا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کی ابتداء کیسے ہوئی؟

مغرب کے اس سرمایہ دارانہ نظام کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ جو لوگ سونے چاندی کا کاروبار کرتے تھے یعنی سنار، وہ اپنے سونے کی حفاظت کیلئے مضبوط مستحکم مکان و تجوریاں بنواتے تھے، عام لوگ بھی اپنی بچت کا سونا حفاظت کیلئے ان کے پاس جمع کرتے۔ یہ سنار حفاظت کرنے کی مخصوص رقم لیتے اور لوگوں کو رسید لکھ دیتے کہ اس شخص کا اتنا سونا ہمارے پاس جمع ہے۔ اب وہ شخص اس رسید سے

مکان زمین یا کوئی چیز خریدتا یا اپنا قرضہ ادا کرتا۔ اس طرح چالاک سناروں نے اندازہ لگایا کہ لوگ جمع شدہ سونے کا دسواں حصہ خرچ کرتے ہیں اور نو حصے ان کے پاس جمع رہتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے حرص، لالچ و بددیانتی سے لوگوں کے امانت رکھے ہوئے سونے کے بدلے نو الگ الگ رسیدیں جاری کرنی شروع کردیں یعنی نہ سناروں کے پاس سونا موجود، نہ لوٹانے کی طاقت، محض لوگوں کے اعتماد پر رسیدوں کا کاروبار چلتا رہا اور یہودی سناروں کا سرمایہ بڑھتا رہا۔

جب یورپ میں موجود بینکنگ کا نظام شروع ہوا تو چونکہ سارا سرمایہ ان کی تجوریوں میں تھا، اس لئے بینکوں پر خود بخود ان کا قبضہ ہوگیا، عوام کے پاس جو تھوڑی بہت بچت تھی، اس پر قبضہ کرنے کیلئے ان چالاک سناروں نے لوگوں کو دوسرا جھانسا یہ دیا کہ اگر تم خود کاروبار کرو گے تو سرمایہ ڈوب بھی سکتا ہے، اس لئے نقصان کے غم میں گھلنے کے بجائے اپنی رقم ہمیں دے دو۔ ہم تمہیں ہر ماہ ہر سال ایک مقرر (Fixed) منافع دیتے جائیں گے، اس طرح عام لوگوں کا بچا ہوا روپیہ بھی ان کے قبضہ میں آ گیا، اب یہ سنار، بینکار بن کر پورے یورپ کے آقا و مالک بن بیٹھے۔ ان سناروں کی بھاری اکثریت نسلاً یہودی تھی۔ یہودیوں کی سودخوری کی تاریخ ضرب المثل رہی ہے جس پر تمام آسمانی کتب شاہد ہیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے سونے کے بچھڑے کی پوجا اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی ہی میں شروع کردی تھی۔ ظہور اسلام کے وقت مدینہ اور عرب کے تمام قبائل یہودیوں کے سود کے جال میں جکڑے ہوئے تھے اور تمام تجارت و بازاروں پر ان کا قبضہ تھا اسلام نے سود پر پابندی لگا کر عوام کو اس سے نجات دلائی تھی۔ یاد رہے کہ سودخوری خودغرضی، ظلم، استحصال اور لوٹ کھسوٹ کا ذہن پیدا کرتی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ سودخور کی حرص و لالچ اور حرام خوری کی عادت کی بدولت قمار بازی (سٹہ) کی لت پڑ رہی ہے۔ آج دنیا کے اسٹاک ایکسچینجز کی تقریباً ستر فیصد رولنگ سرمایہ کی گردش سٹہ یعنی جوے پر ہو رہی ہے۔ سود کینہ وحسد کو پیدا کرتا ہے، جس کے نتیجہ میں فساد اور جنگیں چھڑتی ہیں۔ سودخور جنگیں بھڑکا کر اقوام اور قیدیوں کو غلام بناتے ہیں، مثلاً پہلی جنگ عظیم کے وقت برطانیہ پر اور دوسری جنگ عظیم تک امریکہ پر کوئی قرضہ نہیں تھا۔ ان یہودی بینکاروں نے جنگ کی آگ بھڑکا کر مختلف حیلوں سے برطانیہ و امریکہ بلکہ پورے یورپ کو اپنا مقروض و تابعدار بنالیا۔ ان ہی خونخوار بینکاروں نے موجودہ بینکنگ کا بحران پیدا کر کے، ایک بار پھر عوام کے ٹیکسوں سے ۷۰۰ ارب ڈالر ہڑپ کر لیے۔ یہ مکار بینکار پوری بات دنیا کو کبھی نہیں بتاتے، مثلاً یہ تو سب جانتے ہیں کہ پاکستان پر

۴۲ ارب ڈالر قرضہ ہے برطانیہ و فرانس پر ہزاروں ارب ڈالر اور امریکہ پر تقریباً دس کھرب (ٹریلین) ڈالر، مگر یہ حقیقت دنیا کے سامنے کبھی نہیں آئی کہ یہ قرض کن درندوں کا ہے، ان بینکاروں کی بھیانک شکل کبھی سامنے نہیں لائی جائے گی۔ واشنگٹن ڈی سی مین روڈ کے ایک طرف ورلڈ بینک کا دفتر ہے، دوسری طرف IMF کا۔ ایک دنیا بھر کے ملکوں کو قرضہ دیتا ہے۔ دوسرا وصول کرتا ہے۔ ان دونوں کے اصل مالکوں کا نام زبان پر لانے کی جرأت نہ صدر بش میں ہے، نہ برطانیہ کے گورڈن براؤن میں۔ ان سب حکمرانوں کی حیثیت یہودی بینکاروں کے زرخرید کنیز و باندی سے زیادہ نہیں، شاید اسی لئے ایک یہودی اسکالر سمویل، نے یہودی کرش آف سولائزیشن پالیسی کو کلیش آف سولائزیشن بنا کر پیش کیا، تاکہ مغربی تہذیب کے خاتمہ کو تہذیبوں کا تصادم بنا کر مسلمانوں کے سر منڈھ دے اور تباہی پھیلانے والے درندوں کو صاف بچا لے جائے۔

ہماری بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے جتنے معاشیات و اقتصادیات کے ماہرین ہیں، وہ ذہنی طور پر اس قدر غلام ہیں کہ مغرب نے انہیں معاشیات کا جو سبق رٹا دیا، اس سے آگے سوچ نہیں سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلم ممالک کے وزرائے خزانہ یا مشیر خزانہ جب اپنے ملکوں کی اقتصادی منصوبہ بندی کرتے ہیں تو ان کے سامنے اپنے ملکوں سے زیادہ مغرب کا مفاد ہوتا ہے۔ پاکستان کے سابق وزرائے اعظم ہوں یا آج کے حکومتی ذمے دار، یہ سب لوگ ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے ایجنٹ ہیں۔ ان کی اصل ڈیوٹی ان اداروں کے بروقت سود کی ادائیگی کیلئے کام کرنا ہے۔ اربوں میں سود لیتے ہیں اور کھربوں میں سود ادا کرتے ہیں، یہ سب لوگ اسی کی تنخواہ پاتے ہیں۔ بالآخر ان لوگوں نے دوبارہ پاکستان کو (IMF) کے جال میں پھنسا ہی دیا۔

سرمایہ دارانہ نظام کا انجام مکمل تباہی ہے

آج سود کے منحوس نظام کی بدولت دنیا کے ۹۰ فیصد عوام کا جینا دوبھر ہو گیا، سود اور مہنگائی لازم و ملزوم ہوگئی ہے، جب سے اس منحوس نظام نے دنیا پر اپنے خونی پنجے گاڑے ہیں، روز مہنگائی بڑھ رہی ہے، مہنگائی بڑھانے کے جنون کا یہ حال ہے کہ امریکہ ہر سال اپنے کسانوں کو ۱۲/ارب ڈالر اس لئے دیتا ہے کہ وہ مہنگائی بڑھانے کیلئے زرعی پیداوار میں کمی کریں۔ ظاہر ہے اتنی بڑی فالتو رقم امریکہ کے پاس بھی نہیں ہوتی، چنانچہ انہیں خونخوار بینکاروں سے سود پر قرض لے کر رقم کسانوں کو دی جاتی

ہے، یہ شقاوت و بدبختی کی نہایت عبرت ناک مثال ہے، قرآن نے تقریباً چودہ سو سال پہلے یہ حقیقت انسانوں کے سامنے واشگاف طور پر بیان کی تھی اور پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا تھا، سود کا مال کتنا ہی بڑھ جائے، اس کا انجام افلاس اور تباہی ہے، معاشیات کی پوری تاریخ اس پر شاہد ہے کہ سودی معیشت جب کساد بازاری کا شکار ہوتی ہے، تو انسانیت ایسے ہولناک انجام سے دوچار ہوتی ہے کہ ایک لمحہ میں کروڑوں انسانوں کی جمع پونجی ڈوب جاتی ہے۔ آج دنیا کا کوئی ماہر معاشیات ایسا نہیں، جس نے معاشرہ پر سود کے مہلک و منفی اثرات کو تسلیم نہ کیا ہو، موجودہ دور کے تمام ماہرین معاشیات و اقتصادیات خواہ وہ امریکہ و یورپ کے ہوں یا روس و جاپان کے، اس بات پر متفق ہیں کہ یہ سودی نظام بہت جلد پوری دنیا کو تباہ کر دے گا۔ بہت جلد دنیا بھر کے تمام سرمایہ و وسائل کے مالک مٹھی بھر بینکار بن جائیں گے اس کی وجہ سے دنیا کے سات ارب انسانوں کے اندر جو ردعمل ہوگا اس سے ایسی بھیانک تباہی آئے گی کہ کروڑوں اربوں کا اس طرح خون بہے گا کہ یہ ماہرین اقتصادیات اس کے تصور ہی سے کانپ اُٹھتے ہیں۔

تباہی سے بچنے کا واحد راستہ

موجودہ دور کے تمام ماہرین معاشیات اس نکتہ پر متفق ہیں کہ اقتصادی تباہی سے دنیا کو بچانے کا واحد راستہ یہ ہے کہ سود کو ختم کیا جائے۔ سود کی شرح کو گھٹاتے گھٹاتے صفر کی حد پر لایا جائے یا سود کی شرح صرف اتنی رکھی جائے کہ نظام چلانے کے اخراجات نکل سکیں۔ تقریباً ایک ڈیڑھ فیصد، چنانچہ گذشتہ آٹھ سال سے یورپی اقتصادی کونسل نے شرح سود ساڑھے تین فیصد برقرار رکھی ہے اور یہاں کے ماہرین معاشیات کا کہنا ہے کہ اسے تدریجاً کم کرتے کرتے صفر یا ایک فیصد کر دیا جائے، مگر یہاں کے خونخوار بینکر جن کی بھاری اکثریت صیہونیوں پر مشتمل ہے اور جو سودی نظام کی بدولت پوری دنیا کے آقا بنے ہوئے ہیں، وہ اس انسانیت دشمن منحوس نظام کو جاری رکھنا چاہتے ہیں، کیونکہ سود کی بدولت ان کا ایک ایک فرد اس قدر طاقتور ہوگیا ہے کہ درجنوں ملکوں سے زیادہ دولت و سرمایہ ایک ایک کے پاس جمع ہوگیا ہے۔ جیسے جورج سورس George Soros اور روشیلڈ Rothchild وغیرہ وغیرہ، ایسا ایک شخص برطانیہ، فرانس جیسی مضبوط معیشت کو بھی ایک رات میں تباہ کر سکتا ہے۔ جورج سورس نے اسّی کی دہائی میں مشرق بعید (انڈونیشیا، ملیشیا، ہانگ کانگ) وغیرہ کی معیشت ایک رات میں تباہ کی تھی۔

مغرب کے سیاسی ومعاشی نظاموں کی ناکامی

مغرب آج تک اپنے جس سیاسی نظام (ڈیموکریسی) اور معاشی نظام (فری مارکیٹ اکانومی) پر فخر کرتا تھا اور ساری دنیا کو اپنی پیروی کی دعوت دیتا تھا، موجودہ بحران نے اس پر سوالیہ نشان لگادیا ہے، برطانیہ کے مشہور اخبار ڈیلی گارڈین نے کیا خوب تبصرہ کیا ہے: آج تک کہا جاتا تھا کہ جمہوریت وفری مارکیٹ توٴم (جڑواں بہنیں) ہیں، لیکن اس بحران نے ثابت کردیا ہے کہ آزاد معیشت جمہوریت کے ساتھ نہیں چل سکتی، یہی وجہ ہے کہ امریکہ ویورپ کی حکومتیں بینکوں کو نیشنلائز کررہی ہیں، حتیٰ کہ مغربی میڈیا صدر بش کو کامریڈ بش اور USA کو Ussar یعنی یونائیٹڈ سوشلسٹ اسٹیٹ ری پبلک آف امریکہ کہہ رہے ہیں۔ مغرب کو اپنا حشر روس کی طرح نظر آنے لگا ہے، کہاوت ہے ''کند جنس باہم جنس پرواز'' جب حرام خوری کی لت پڑ جائے تو حلال میں مزہ نہیں آتا، اس لیے مغرب قرآن کی پیش کردہ یقینی فلاح وکامیابی اور انسانی بہبودی کے معاشی نظام کے بجائے دوبارہ سوشلسٹ معیشت کی گلی سڑی لاش کی طرف متوجہ ہورہا ہے اور بینکوں کو نیشنلائز کررہا ہے۔ یہ تجربہ ایشیا میں پوری طرح ناکام ہوچکا ہے۔

موجودہ دور کے تمام ماہرین اقتصادیات صدیوں کی ریسرچ وتحقیقات اور تجربات کے بعد اس حقیقت تک پہنچے ہیں کہ اقتصادی تباہی کا واحد سبب سودی نظام ہے، قرآن نے اس حقیقت کو چودہ سو سال پہلے انسانیت کے سامنے آشکارا کردیا تھا اور انسانیت کی بہبودی کیلئے پیغمبر اسلام ﷺ نے ایسا معاشی نظام قائم کردیا تھا، جس سے انسانیت تقریباً ہزار سال تک مستفید ہوتی رہی۔ مغرب کے متعدد بینک قرآن کے اس غیر سودی معاشی نظام کو اپنا رہے ہیں اور دن بدن غیر سودی معیشت میں اضافہ ہورہا ہے، کیا اب بھی اس کا وقت نہیں آیا کہ امت مسلمہ اور مسلم ممالک قرآن کے معاشی نظام پر لبیک کہیں اور انسانیت کی رہنمائی کریں، حقیقت بالآخر خود کو منوا کر رہتی ہے، آج نہیں تو کل دنیا کو قرآن کے پیش کردہ معاشی نظام کی طرف آنا ہی ہوگا، کیونکہ اس کے سوا تباہی سے بچنے کا کوئی اور راستہ ہے ہی نہیں۔

(بشکریہ ماہنامہ بیداری)

ادارہ

حضرت مولانا معز الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم عربیہ ٹل (ھنگو، سرحد) کے شیخ الحدیث حضرت مولانا معز الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۴؍صفر ۱۴۳۰ھ ہفتہ کے روز انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مرحوم کا سانحۂ ارتحال عام مسلمانوں کیلئے عموماً اور اہل علم کیلئے خصوصاً بڑا حادثہ ہے۔ حضرت کی ولادت ۱۳۴۱ھ (۱۹۲۲ء) کالا ڈھاکہ (صوبہ سرحد) کے ایک گاؤں ''زیزاری'' میں ہوئی، قیام پاکستان سے پہلے اسی علاقے سے آپ اپنے دو چھوٹے بھائیوں (مولانا زین العابدین صاحب اور مولانا سراج الحق صاحب) کے ساتھ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں آپ نے اس وقت کے جبال علم سے کسب فیض کیا، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب قدس اللہ سرہ سے بھی شرف تلمذ حاصل ہوا، دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد پاکستان آئے اور مشہور محدث حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتوی صاحبؒ سے بھی پوری صحاح ستہ درساً درساً پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

پوری زندگی درس و تدریس کے مبارک کام سے وابستہ رہے موصوف کو ساٹھ سال تک صحیح بخاری کا درس دینے کا موقع نصیب ہوا، کئی سال تک صحاح ستہ کی تدریس کا اعزاز بھی حاصل ہوا، اسلامی علوم و فنون میں آپ کی شخصیت سند کا درجہ رکھتی تھی، علم و فضل کے باوجود موصوف پر حیا و تواضع کا غلبہ اتنا زیادہ تھا کہ کبھی کسی کو اپنے حالات نہیں بتاتے تھے اس لئے آپ کے مفصل حالات مرتب نہیں ہوسکے۔ مولائے کریم حضرت مولانا مرحوم کی خدمات دینیہ کو قبول فرمائے، آخرت میں درجات عالیہ سے سرفراز فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے نوازے۔ آمین۔

☆☆☆

محمد حسان اشرف عثمانی

آپ کا سوال

قارئین سے درخواست ہے کہ صرف ایسے علمی، ادبی اور معاشرتی سوالات ارسال کئے جائیں جو عام دلچسپی رکھتے ہوں اور جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہو، مشہور اور اختلافی مسائل سے پرہیز کیجئے۔ (ادارہ)

سوال:۔ ایک مہتمم صاحب دینی مدرسہ و مسجد کی تعمیر میں مصروف ہیں اور اس تعمیر کے خرچہ کی وجہ سے وہ مقروض ہیں میں نے اپنے ایک دوست کو مہتمم صاحب کے ساتھ زکوٰۃ و صدقات سے امداد کرنے کی ترغیب دی تو میرے اس دوست نے کہا کہ اس مہتمم صاحب کو زکوٰۃ دینا اس لئے جائز نہ ہوگا کہ وہ تعمیرات میں خرچ کرتے ہیں حالانکہ زکوٰۃ تو مساکین کا حق ہے، میرا موقف یہ ہے کہ ان کو زکوٰۃ دینا اور ان کیلئے لینا جائز ہے اور انشاء اللہ اصحاب ثروت کی زکوٰۃ ایک تیر دونشان کا مصداق ہوگی کہ ان کی زکوٰۃ ادا ہوگی اور بواسطہ مہتمم صاحب ان کا مال اچھے کاموں میں صرف ہوگا کیا میرا یہ موقف درست ہے کہ وہ مہتمم صاحب جو مقروض ہیں ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟ (صدیق اللہ الفت چمن)

جواب:۔ زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ کی رقوم کو براہ راست کسی تعمیری کام میں لگانا درست نہیں اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، اس کیلئے کسی مستحق زکوٰۃ شخص کو مالک بنا کر دینا ضروری ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر مہتمم واقعۃً شرعی طور پر زکوٰۃ کا مستحق ہو تو اس کو اپنے لئے کسی سے زکوٰۃ مانگنا جائز نہیں، اس سے بچنا واجب ہے البتہ اگر کوئی شخص اس کو زکوٰۃ کی رقم دل سے مالک بنا کر دیتا ہے اور لینے والا بھی رقم ملنے کے بعد اپنے آپ کو اس کا مالک سمجھتا ہے تو اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اس کے بعد وہ اپنی مرضی سے جہاں چاہے خرچ کرسکتا ہے اس سے زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

سوال:۔ میرے خاندان میں تمام رشتہ دار تقریباً ہر تہوار اور خوشی کے موقع پر جمع ہوتے ہیں اور دعوت منعقد ہوتی ہے، لیکن ایک بڑی خرابی کی بات یہ ہے کہ شرعی پردہ کا اہتمام نہیں ہوتا، سوائے

چند خواتین کے کہ وہ الحمدللہ پردہ کرنے لگی ہیں اسی طرح تقریباً ہر سال میرے رشتہ دار تفریح کیلئے کسی فارم میں جاتے ہیں تو وہاں بھی یہی صورتحال ہوتی ہے۔

اب میرے لیے کیا حکم ہے، کیا مجھے ان دعوتوں اور فارم وغیرہ میں جانا چاہئے کہ یہ رشتہ داروں کا حق ہے یا مجھے ان سے احتراز کرنا چاہئے کیونکہ وہاں ایک گناہ کا ارتکاب ہوتا ہے؟

جواب:۔ ایسی مخلوط محفلوں میں جانا جہاں خواتین وحضرات کا بے محابا میل جول ہو اور پردہ کا اہتمام نہ ہو چونکہ اس میں فتنہ کا اندیشہ ہے، اس لئے ایسی محفلوں میں جانے سے اجتناب کرنا چاہئے تاہم اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو اور میل جول کی صورت بھی نہ ہو بلکہ مرد ایک طرف ہو کر تفریح کریں اور عورتیں علیحدہ ہو کر تفریح کریں اور نظروں کی حفاظت کا اہتمام کیا جائے تو اس میں شامل ہونے کی گنجائش ہے۔

سوال:۔ اسی طرح میں جب کسی رشتہ دار کے گھر جاؤں یا وہ ہمارے ہاں آئیں تو کیا خواتین مثلاً ممانی، چچی، تائی اور تایازاد بہنوں وغیرہ کو میں سلام کروں اور مختصر احوال لوں یا یہ کہ اپنی محرم خواتین سے انہیں سلام کہلوادوں اور حال وغیرہ دریافت کرلوں اور نیز کیا اس کا معمول بنانا درست رہے گا، (واضح رہے کہ بعض رشتہ دار ایسے بھی ہیں کہ ان سے ملاقات کافی عرصے کے بعد ہوتی ہے) کہ یہاں کلی طور پر اجنبیت نہیں بلکہ حق قرابت ہے۔ براہِ کرم مسئلے کی دونوں صورتوں میں وضاحت فرمائیے، ایک تو یہ صورت کہ کسی رشتہ دار کے ہاں دو چار گھنٹے کیلئے آنا جانا ہو، اس صورت میں تو معاملہ آسان ہے اور دوسری صورت یہ کہ کسی رشتہ دار کے ہاں دو چار دن کیلئے رُکنا ہو یا ہمارے ہاں کوئی آکر رکے، تو اب طرز عمل کیا ہونا چاہئے؟

اب تک تو میں یہ کرتا رہا ہوں کہ سلام نہیں کرتا اور بات بھی نہیں کرتا بلکہ جتنا بچ پاتا ہوں، بچتا ہوں، لیکن پھر بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ میری تائی، چچی اور تایازاد بہنیں (جو عمر میں مجھ سے بڑی ہوتی ہیں) خود سلام کر دیتی ہیں اور حال دریافت کرتی ہیں اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بجائے عورتوں کے، الٹا مجھے (یہاں تک کہ اپنے گھر میں بھی) کسی کمرے میں علیحدہ بیٹھنا پڑتا ہے، اور اسی طرح جب دستر خوان لگے اور خواتین بھی اسی دستر خوان پر ہوں تو مجھے کیا کرنا ہوگا؟

جواب:۔ غیر محرم عورتوں سے ہنسی مذاق اور بے تکلف گفتگو سے پرہیز کرنا لازم ہے چاہے وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں البتہ ضرورت کی کوئی بات ہو تو شرعی حدود میں رہتے ہوئے کرنے کی گنجائش ہے، ممانی، چچی اور بڑی تایازاد بہنوں وغیرہ کو محرم رشتہ داروں کے ذریعہ سے سلام پہنچانا اور ان کا حال دریافت کرنا بھی جائز ہے۔ ممانی، چچی، بڑی تایازاد بہنیں وغیرہ اگر براہ راست سلام کریں یا حال دریافت کریں تو جواب دینا بھی جائز ہے۔ پردہ کیلئے آپ کو کسی علیحدہ کمرے میں بیٹھنا ضروری نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ آپ رشتہ دار خواتین کو اس بات کی ترغیب دلائیں کہ وہ گھر میں بڑی چادر ڈال کر کہ جس سے ان کا جسم مکمل طور پر ڈھک جائے اپنا کام کاج کرتی رہیں، اگر وہ ایسا نہیں کرتیں تو آپ پر گناہ نہ ہوگا تاہم آپ پر اپنی نگاہوں کی حفاظت لازم ہے نظروں کی حفاظت کرتے ہوئے آپ گھر میں آ جا سکتے ہیں۔

جہاں تک ایک دسترخوان پر کھانا کھانے کی بات ہے تو اگر خواتین ایک طرف بیٹھی ہوں اور ان کے جسم پر ایسی بڑی چادریں ہوں جن سے ان کا جسم پورا ڈھک جائے تو آپ ایک طرف بیٹھ کر اس دسترخوان پر کھانا کھا سکتے ہیں۔

سوال:۔ کچھ عرصہ پہلے ہماری دکان میں ایسی ٹی شرٹس دستیاب تھیں کہ جن پر مختلف قسم کی کھوپڑیاں بنی ہوئی تھیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا کھوپڑی تصویر کا حکم رکھتی ہے کہ آئندہ اس سے بچا جائے یا نہیں؟ کیونکہ اس میں صرف پورے چہرہ کا اور بعض میں آدھے جسم سمیت ہڈی کا خول بنا ہوتا ہے، جبکہ کسی ایک آدھ میں آنکھوں کے حلقوں کی جگہ آنکھیں بھی بنی ہوتی ہیں؟

جواب:۔ جن کھوپڑیوں میں چہرہ کے اعضاء ناک کان آنکھیں وغیرہ بنے ہوئے نہ ہوں وہ تصویر کے حکم میں نہیں ہیں اور جن کھوپڑیوں میں صرف آنکھیں بنی ہوئی ہوں اور دوسرے اعضاء ناک کان وغیرہ بنے ہوئے نہ ہوں تو ان کو بھی تصویر کہنا مشکل ہے لیکن آنکھوں کے ساتھ صورتیں شرٹس پر بنانے سے اجتناب کرنا چاہئے البتہ ان شرٹس کو فروخت کرنا آپ کیلئے جائز ہے کیونکہ تصاویر فروخت کرنا مقصود نہیں بلکہ لباس فروخت کرنا مقصود ہے۔ (مأخذہ: تصویر کے شرعی احکام، ص:۷۶)

سوال:۔ (۱)...... مسجد حرام کی تحیۃ المسجد "طواف" ہے، اب سوال یہ ہے کہ دن میں اگر کئی بار مسجد حرام جانا پڑے تو ہر بار کی تحیۃ المسجد کیلئے الگ الگ طواف ہے یا ایک ہی طواف دن بھر

کیلئے تحیۃ المسجد کے طور پر کافی ہے، اسی طرح اگر رش ہو اور طواف مشکل ہو، تو بھی تحیۃ المسجد "طواف" ہی ہوگا یا یہ ثواب دو رکعتوں کے پڑھنے سے حاصل ہو جائے گا؟

(۲)... احرام والی عورت نے ھیٹ وغیرہ پہن کر اوپر سے نقاب ڈال دیا تھا اور نقاب چہرے سے لگ گیا، تو اس کا کیا حکم ہے، کتنی دیر تک نقاب لگے رہنا معاف ہے اور کتنی دیر تک میں صدقہ یا دم لازم آتا ہے؟

(۳)...... حرمین شریفین کے ائمہ نماز جنازہ میں فقط ایک طرف سلام پھیرتے ہیں، حنفی مقتدی بھی اُن کی متابعت میں ایک طرف ہی سلام پھیر دیں۔ (خدا بخش۔کراچی)

جواب:۔ (۱)۔ تحیۃ المسجد واجب نہیں ہے بلکہ مسنون اور مستحب عمل ہے، یہ جو کہا جاتا ہے کہ بیت اللہ کا تحیہ طواف ہے یہ اس شخص کے حق میں ہے جو محرم ہو یا جو طواف کرنا چاہتا ہو، ہر ایک شخص کیلئے نہیں ہے یعنی جو طواف نہیں کرنا چاہتا اس کیلئے یہ حکم نہ ہوگا بلکہ اس کا تحیہ نماز ہی ہے۔

اب اگر طواف کرنے والا طواف نہ کرے کسی بھی مجبوری کی بناء پر مثلاً وقت کی تنگی ہو یا وہاں حرم میں کوئی ممانعت ہو یا نماز قضاء ہو رہی ہو یا اور کسی مجبوری سے طواف نہ ہو سکے تو ایسی صورت میں اس کو مؤخر کر کے دو رکعتیں پڑھ لے بعد میں تحیہ کے طور پر طواف کرلے اور اگر بعد میں وقت نہ ملے تحیہ المسجد کی نماز سے ثواب مل جائے گا اور ایک بار طواف کرنا پورے دن کیلئے کافی ہوگا۔

(۲)۔ چہرے پر کپڑا یا پردہ جو ھیٹ کی شکل میں لٹک رہا ہو معمولی سا لگ جائے پھر ہٹ جائے تو اتنی دیر میں لگنے سے کچھ لازم نہیں آتا اگر کپڑا چہرے کے ایک چوتھائی حصہ سے زیادہ لگا لیکن ایک دن سے کم کی مقدار میں لگا نا چوتھائی حصہ سے کم جگہ پر لگ جائے تو اس صورت میں صدقۃ الفطر کی مقدار گندم یا اس کی قیمت دینا لازم ہوگا اور اگر چہرہ پر چوتھائی حصہ سے زیادہ ایک دنکی مقدار پردہ پڑا رہا تو اس صورت میں دم یعنی بکرا یا مینڈھا دینا لازم ہوگا۔

(۳)۔ نماز جنازہ میں دوسرا سلام مسنون ہے اور حرمین شریفین میں چونکہ امام حنبلی المسلک ہوتا ہے لہٰذا اس کی اقتداء میں ایک سلام پھیر دے اور بائیں جانب دوسرا سلام خود پھیر دے اور نماز جنازہ مکمل کرے۔

☆☆☆

اچھی صفات حاصل کرنے کا طریقہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ہے ایسا شخص جو ان باتوں پر خود عمل کرے یا کم از کم ان لوگوں کو ہی بتا دے جو ان پر عمل کریں۔ میں بولا یا رسول اللہؐ! میں حاضر ہوں۔ آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑا اور یہ پانچ باتیں شمار فرمائیں:۔

① فرمایا حرام باتوں سے دور رہنا بڑے عبادت گذار بندوں میں شمار ہوگا۔

② اللہ تعالیٰ جو تمہاری تقدیر میں لکھ چکا ہے اس پر راضی رہنا بڑے بے نیاز بندوں میں ہو جاؤ گے۔

③ اپنے پڑوسی سے اچھے سلوک کرتے رہنا مومن بن جاؤ گے۔

④ جو بات اپنے لئے چاہتے ہو وہی دوسروں کے لئے پسند کرنا۔ کامل مسلمان بن جاؤ گے۔

⑤ اور بہت قہقہے نہ لگانا کیونکہ یہ دل کو مردہ بنا دیتا ہے۔

(مسند احمد ، ترمذی ، ترجمان السنۃ)

احسان و سلوک

"عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا حَلَالًا اِسْتِعْفَافًا عَنِ الْمَسْئَلَةِ وَسَعْیًا عَلٰی اَهْلِهٖ
وَتَعَطُّفًا عَلٰی جَارِهٖ لَقِیَ اللّٰهَ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَوَجْهُهٗ مِثْلُ الْقَمَرِ
لَیْلَةَ الْبَدْرِ، وَمَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا حَلَالًا مُکَاثِرًا مُفَاخِرًا مُرَائِیًا
لَقِیَ اللّٰهَ تَعَالٰی وَهُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانُ۔"

*

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص دنیا کی دولت بطریق حلال اس مقصد سے حاصل کرنا چاہے تاکہ اسکو دوسروں سے سوال کرنا نہ پڑے، اور اپنے اہل و عیال کیلئے روزی اور آرام و آسائش کا سامان مہیا کر سکے، اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بھی وہ احسان و سلوک کر سکے، تو قیامت کے دن وہ اللہ کے حضور میں اس شان کے ساتھ حاضر ہوگا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور چمکتا ہوگا۔ اور جو شخص دنیا کی دولت حلال ہی ذریعے سے اس مقصد سے حاصل کرنا چاہے کہ وہ بہت بڑا مالدار ہو جائے۔ اور اس دولت مندی کی وجہ سے وہ دوسروں کے مقابلے میں اپنی شان اونچی دکھا سکے، اور لوگوں کی نظروں میں بڑا بننے کے لئے داد و دہش کر سکے، تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس حال میں حاضر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضبناک ہوگا۔"

(شعب الایمان للبیہقی و حلیہ ابی نعیم)

ایک بندۂ خدا

مولانا محمد راحت علی ہاشمی

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب و روز

تعلیمی سرگرمیاں

تعلیمی سال ۳۰۔۱۴۲۹ھ کے امتحانات سہ ماہی کے بعد بروز بدھ بتاریخ ۸ رصفر ۱۴۳۰ھ سے جامعہ دارالعلوم کراچی میں اسباق کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوگیا۔

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شعبہ تخصص فی الدعوۃ والارشاد کے شرکاء سے خطاب کیلئے گذشتہ دنوں اہل علم وفن کو دعوت دی گئی تھی چنانچہ حضرت مولانا سید سلمان ندوی صاحب، حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب اور مولانا طارق جمیل صاحب جناب جسٹس فدا محمد صاحب نے مختلف تاریخوں میں تشریف لاکر شرکاء کو اپنے خیالات سے سرفراز فرمایا۔ تمام شرکاء نے ان مہمان مقررین کے بیانات سے خوب استفادہ کیا۔

اسی طرح تخصص فی الدعوۃ کے طلبہ نے جامعۃ الرشید کا بھی مطالعاتی دورہ کیا اور وہاں کے اساتذہ کے مفید بیانات سے مستفید ہوئے۔

جامعہ دارالعلوم کراچی میں تعلیمی سال ۳۰۔۱۴۲۹ھ سے جو دو سالہ تخصص فی القراآت شروع کیا گیا ہے اس کے سال اول کے شرکاء امتحان سہ ماہی سے فارغ ہوکر حضرت قاری احمد میاں صاحب مدظلہم کی تجویز اور حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم کی اجازت سے جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور گئے جہاں مہتمم جامعہ جناب مولانا مشرف علی صاحب مدظلہم اور نائب مہتمم حضرت مولانا قاری احمد میاں صاحب زید مجدہم نے ایک دس روزہ تدریبی دورہ منعقد فرما کر ان طلبہ کی خصوصی تربیت کا موقع فراہم فرمایا۔ تمام شرکاء اس سے خوب فیضیاب ہوئے۔

اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا تمام سرگرمیوں کو دینی، علمی ترقیات کا ذریعہ بنائیں اور تمام معاونین کو جزاء خیر سے نوازیں آمین۔

مرکز الاقتصاد کے طلبہ سے خطاب

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شعبہ مرکز الاقتصاد الاسلامی کے ایک کورس کے فضلاء سے حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم نے خطاب فرمایا اس خطاب میں آپ نے انہیں اپنے اس کورس کی شرکت اور لگن کے ساتھ اس کی تکمیل پر مبارک باد دی اور اس طرف بھی توجہ دلائی کہ اسلامی معیشت کی اشاعت اور نفوذ کیلئے جو ابتدائی قدم اٹھ رہے ہیں ان کو مزید بہتر بنانے کی کوشش جاری رہنی چاہئے۔

موجود حالات میں جو مروجہ بینکاری کا متبادل پیش کیا گیا ہے اس میں بھی بطور پالیسی کے اس بات کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے کہ اس میں جہاں طریقۂ کار کو درست کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہیں عملی نتائج کو بھی زیادہ بہتر بنانے کی فکر کی جائے۔ اس کیلئے بینکاری کا ادارہ اپنا نفع کم کرنے اور کھاتہ داروں کو زیادہ حصہ دینے کی پالیسی اپنائے تو امید ہے کہ اس سے عملی نتائج پر خوشگوار اثرات مرتب ہوں گے۔

جدہ میں خطاب

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نائب صدر جامعہ دارالعلوم کراچی ۲۴ رمحرم ۱۴۳۰ھ تک رابطہ عالم اسلامی کی فتویٰ کانفرنس میں شرکت کے بعد ۲۸ رمحرم کو مدینہ منورہ حاضر ہوئے جہاں گیارہ دن قیام کیا، اس کے بعد ۴ رصفر کو جدہ تشریف لے آئے جہاں عصر کے بعد جناب قاری محمد رفیق صاحب کے مکان پر جدہ کے پاکستانی باشندوں سے خطاب فرمایا۔ اسی روز عشاء کے بعد جدہ کے معروف عالم شیخ حمدان نے ان کے اعزاز میں ایک عشائیہ دیا جس میں جدہ اور مکہ مکرمہ کے ممتاز علماء شریک تھے، ان کی فرمائش پر ''ہندوستان پاکستان میں علم حدیث کی خدمات'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اس کے بعد تین روز مکہ مکرمہ میں مقیم رہے جہاں شیخ حمدان سمیت متعدد علماء نے مسجد حرام میں ان سے شمائل ترمذی روایۃً پڑھی، اور اوائل سنبلیہ کی اجازت حاصل کی۔

مؤرخہ ۷ رصفر کو جدہ میں ''المؤسسة الاسلامیه لتنمية القطاع الخاص'' کی ''هيئة الرقابة الشرعيه'' کے اجلاس میں شرکت فرمائی، اور اسی رات دس بجے کراچی روانہ ہوکر ۸ رصفر کو بحمداللہ بخیریت کراچی تشریف لے آئے۔

سفر بنگلہ دیش

۱۳؍صفر ۱۴۳۰ھ (۹؍فروری ۲۰۰۹ء): دارالعلوم کراچی کے رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم مختلف علماء کی دعوت پر بنگلہ دیش تشریف لے گئے جن میں سلہٹ کے الجامعۃ الاسلامیہ کے مدیر مولانا محمد مقدس علی صاحب مدظلہم، جامعہ قاسم العلوم درگاہ سلہٹ کے مہتمم جناب مولانا ابوالکلام زکریا صاحب بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ وہاں ایک ہفتہ قیام رہا، اس دوران ڈھاکہ و سلہٹ کے مختلف جامعات میں خطاب ہوا، ۲۰ صفر ۱۴۳۰ھ (۱٦ فروری ۲۰۰۹ء) پیر کے روز بحمداللہ بخیریت واپس تشریف لے آئے۔

۲۴؍صفر ۱۴۳۰ھ (۲۰ فروری ۲۰۰۹ء) جمعہ کے اجتماع سے خطاب کے دوران حضرت والا مدظلہم نے اس سفر کا خاص طور پر تذکرہ فرمایا اور اس پر خوشی کا اظہار فرمایا کہ بنگلہ دیش نے ماشاء اللہ علمی، سیاسی، معاشی، معاشرتی اور تمدنی طور پر ترقی کی ہے۔ حکومت، عوام اور علماء آپس میں مربوط ہیں، حکومت دینی اداروں کے ساتھ تعاون کرتی ہے۔ تمام سرکاری اداروں میں علماء کرام کا خاص احترام کیا جاتا ہے، وہاں کے لوگ پاکستانیوں کا بے حد احترام کرتے ہیں وہ اب بھی پاکستان کو اپنا بڑا بھائی کہتے ہیں، مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوتی ہیں، صفائی ستھرائی کا بہت اچھا انتظام ہوگیا ہے، سلام میں پہل کرنے کا معمول وہاں بہت ہے لیکن افسوس ہے کہ اس سنت پر ہمارے یہاں بہت کم عمل ہوتا ہے جبکہ احادیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس سنت کو زندہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۱۷؍صفر ۱۴۳۰ھ (۱۳؍فروری ۲۰۰۹ء): نائب صدر صاحب مدظلہم آج کراچی سے بنگلہ دیش کے سفر پر روانہ ہوئے، اور ڈھاکہ میں حضرت مولانا مفتی عبیدالرحمٰن صاحب کے مدرسے مرکز الفکر الاسلامی کے بیس سالہ اجلاس دستار بندی کے تین اجتماعات سے خطاب فرمایا۔ نیز ہوٹل شیراٹن میں تاجروں اور بینکاروں کے اجتماع سے خطاب فرمایا، پھر ۱۸؍صفر ۱۴۳۰ھ کو سلہٹ روانہ ہوئے اور وہاں جامعہ قاسم العلوم درگاہ محلہ میں مغرب کے بعد علماء کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب فرمایا، اور ۱۹؍صفر کو قبل ظہر درس حدیث دیا۔ اسی روز رات کو ڈھاکہ واپس آکر کراچی کیلئے روانہ ہوئے، اور ۲۰؍صفر کی صبح بعافیت کراچی تشریف لے آئے۔

☆☆☆

دعا برائے روانگی سفر

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے لئے روانہ ہوتے اور سواری پر اچھی طرح بیٹھ جاتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے اور پھر یہ الفاظ دُعا کے زبان مبارک پر ہوتے:

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى ۝ اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِعَنَّا بُعْدَ الْاَرْضِ ۝ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ ۝

ترجمہ: اللہ پاک ہے جس نے اس کو ہمارے قبضہ میں دیدیا اور اس کی قدرت کے بغیر ہم اسے قبضہ میں کرنیوالے نہ تھے اور بلاشبہ ہم کو اپنے رب کی طرف جانا ہے۔ اے اللہ ہم تجھ سے اس سفر میں نیکی اور پرہیزگاری کا سوال کرتے ہیں اور ان اعمال کا سوال کرتے ہیں جن سے آپ راضی ہوں۔ اے اللہ ہمارے اس سفر کو ہم پر آسان فرما اور زمین کی دوری کو ہم پر آسان فرما۔ اے اللہ آپ ہی رفیق ہیں سفر میں اور خبرگیری کرنیوالے گھربار اور مال میں۔

اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لاتے تو یہی دعا پڑھتے مگر اس کے ساتھ یہ الفاظ اور بڑھا دیتے:

ترجمہ: آئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ۝

ہم سفر سے لوٹنے والے ہیں توبہ کرنیوالے ہیں۔ عبادت کرنیوالے ہیں اپنے پروردگار کی حمد کرنے والے ہیں۔ (زادالمعاد)

نقد وتبصرہ

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائیے

نام کتاب .... شرح اربعین ابراہیمیہ
مؤلف............ مناظر ختم نبوۃ مولانا محمد ابراہیم صاحب
ضخامت .... ۳۹ صفحات، مناسب طباعت، قیمت ۔/۱۸ روپے
ناشر .... مکتبہ توحید وسنت۔ بلاک نمبر ۱۸۔ سرگودھا

ختم نبوت سے متعلق چالیس حدیثیں ترجمے وتشریح کے ساتھ اس رسالے میں جمع کی گئی ہیں، قارئین کیلئے اس کا مطالعہ مفید ہے۔............(ابومعاذ)

نام کتاب .... تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی (اشاعت خاص ماہنامہ القاسم)
زیر سرپرستی .... مولانا عبدالقیوم حقانی
ضخامت .... ۴۳۹ صفحات، مناسب طباعت، قیمت: درج نہیں۔
ناشر .... القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ علم تفسیر، علم حدیث اور علم الکلام میں یگانۂ روزگار شخصیت کے مالک تھے۔ آپؒ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ خاص، ان کے علوم و معارف کے ترجمان اور سیاسی امور کے مسند نشین تھے۔

علامہ عثمانیؒ کے حالات وسوانح پر اب تک کافی کچھ لکھا جاچکا ہے ماہنامہ القاسم کی زیرنظر اشاعت خاص کے ذریعہ بھی علامہ موصوف کی عبقری شخصیت کے متعدد درخشاں پہلو اجاگر کئے گئے ہیں۔ اس خاص نمبر کے آٹھ ابواب ہیں جن میں اکابر علماء کے قیمتی مقالات عمدہ ترتیب کے ساتھ جمع کردیے گئے ہیں جس کے مطالعہ سے علامہ عثمانیؒ کی عظیم شخصیت اُجاگر ہوتی ہے اور بہت سے علمی و تحقیقی مسائل سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی مدظلہم کی یہ کاوش دیگر علمی کاوشوں کی طرح قابل تحسین ہے۔ (ابومعاذ)

☆☆☆

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی

کے گرانقدر اور زندگی کا نچوڑ اہم موضوعات کیسٹوں کی شکل میں

☆ درس بخاری شریف (مکمل) — 300 کیسٹوں میں
☆ کتاب البیوع درس بخاری شریف عصر حاضر کے جدید مسائل (معاملات) پر سیر حاصل بحث
☆ اصول افتاء للعلماء والمتخصصین — 6 کیسٹوں میں
☆ دورۂ اقتصادیات — 20 کیسٹوں میں
☆ دورۂ اسلامی بینکاری — 5 کیسٹوں میں
☆ دورۂ اسلامی سیاست — 15 کیسٹوں میں
☆ تقریب تکملہ فتح الملہم — 1 عدد
☆ علماء اور دینی مدارس (بموقع ختم بخاری 1415ھ) — 1 عدد
☆ جہاد اور تبلیغ کا دائرہ کار
☆ افتتاح بخاری شریف کے موقع پر تقریر دل پذیر
☆ زائرین حرمین کے لئے ہدایات
☆ زکوۃ کی فضیلت واہمیت
☆ والدین کے ساتھ حسن سلوک — 3 کیسٹوں میں
☆ امت مسلمہ کی بیداری
☆ جوش وغضب، حرص طعام، حسد، کینہ اور بغض، دنیائے مذموم، فاستبقوا الخیرات، عشق عقلی وعشق طبعی، حب جاہ وغیرہ اصلاحی بیانات اور ہر سال کا ماہ رمضان المبارک کا بیان۔
☆ اصلاحی بیانات۔ بمقام جامعہ دارالعلوم کراچی، تسلسل نمبر 1 تا 300 کیسٹوں میں 1430ھ تک۔